

الملاحج السنية
في
الدعوى الوهابية
في يليه

الرفقة في الوفاية

بسم الله الرحمن الرحيم

قد اعتنى بطعمه طيبة جديدة بالأوفست



HAKİKAT KİTAPevi
Duruşefaka Cad. No: 57/5 P.A. 12
34262-Fatih İSTANBUL
Tel: 523 45 56
TURKEY
1986

[illegible]

درود پڑھو اس پر اور سلام بھیجو سلام یعنی درود پڑھو ہمیشہ۔ پس اگر تو پہلے ہی ہمیشہ

ہم کہتے ہیں

یہ قول رب تعالیٰ کا ان اللہ و ملائکتہ ایصون۔ واقع ہوا استمرار اس کے ایصون
مضارع کا صحیح ہے اور مضارع واللت کرتا ہے استمرار پر۔

پس حاصل یہ ہے کہ درود پڑھو اس پر ساتھ ہی پیشگی کے

۱۰۷ اے لوگو! رود پڑھو نبی علیہ السلام پڑد رود پڑھو اس پرودہ افضل بشر ہے

وہ ہمارے بکھرے ہوئے اور وہ بکھرے ہوئے اشیاء کا آئینہ چاند کو اشارے توڑ دیا

اور مشکوٰۃ میں روایت ہے ابو ہریرہ سے کہ فرمایا رسول اللہ نے جو عمل پر کمترین درویش پڑتا ہے

مذہب تعالیٰ اس پر دلائل بھیجے گا۔

اور روایت ہے ابن مسعود سے کہ فرمایا رسول اللہ نے اللہ کے فرشتے زمین میں کچھ نہیں میری اُمت

لاسلام لہو تک پہنچاتے ہیں۔

اے اللہ! یہ ابو ہریرہ سے فرمایا رسول اللہ نے جب کوئی مسلمان سلام پڑھتا ہے پھر اللہ تعالیٰ

یہ روئے پر لٹاتے ہیں یہاں تک کہ اس کا سر کامیاب دیتا ہوں۔

ہماری بات ہو کہ ہمارا درود نبی علیہ السلام پر پڑھنا کیا جاتا ہے۔

اللہ و اس کے رسول کو فرمایا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو

صلی علیٰ عبد قبری سمعته ومن صلی علیٰ نابی البغۃ - ثبت کما یصح
 النبی صلی اللہ علیہ وسلم عند قبرہ لیسبح ایضا من البعید لانہ
 رسول للناس بالقریب والبعد - کما ثبت بحديث التی وحید فی دلائل
 الخیارات - اسمع صلوة اہل محبتی واعرفہم - دلائل الخیارات ص ۵۲
 واسمع منکم بلا واسطۃ - انیس الجلیس الامام السیوطی ص ۲۴۵ -
 انا جلیس من ذکر فی سعادت الدارین ص ۲۵۲ و مدارج النبوة ص ۵۰
 ثم روح البیان جلد ۲ ص ۲۳۵ - من قال عشر مرة الصلوة والسلام
 علیک یا رسول اللہ فقد اعتق رقبتہ - نیم الریاض جلد ۲ ص ۲۹۲
 وقال حسین احمد الدایوبندی فی شہاب ثاقب - الصلوة والسلام
 علیک یا رسول اللہ و جملة الصور للصلوة لو بخطاب و تداء عند
 علمائنا مستحب و مستحسن - شہاب ثاقب ص ۶۵
 ثبت جواز الصلوة بالتداء و الخطاب -

۱۰ - سلموا یا قوم بل صلوا علیٰ صدر الامین
 مصطفیٰ ما جاء الامر للعالیین

درود پڑھے میری قبر کے نزدیک میں اسے خود سنتا ہوں اور جو دور سے پڑھے غیب پہنچایا جاتا ہے
 پس ثابت ہوا جیسے کہ نبی علیہ السلام اپنا قبر پر نزدیک کا درود سنتے ہیں اسی طرح دور کا بھی
 سنتے ہیں اس لیے کہ آپ نزدیک اور دور کو گئے رسول ہیں - جیسا کہ ثابت ہے حدیث میں جو
 ہاں سہمے دلائل الخیارات میں - ہے کہ سنتا ہوں میں درود اہل محبت کا اور پچھا تھا جلیس
 اور میں تم سے بلا واسطہ سنتا ہوں - میں وہاں جو وہاں جہاں میری یاد ہو رہی ہے
 جس طرح بار الصلوة والسلام علیک یا رسول اللہ کہا پس اسے ایک غلام آزاد کیا
 اور کہا حسین احمد دایوبندی نے شہاب ثاقب میں - الصلوة والسلام علیک یا رسول اللہ
 اور جملة صور درود شریف کو اگرچہ بصیغہ خطاب و تداء ہی کیوں نہ ہو علماء مستحب
 و مستحسن جانتے ہیں
 پس ثابت ہوا جواز درود کا ساتھ خطاب و تداء کے

۱۱ - سلموا یا قوم بل صلوا علیٰ صدر الامین
 مصطفیٰ ما جاء الامر للعالیین

والصلوة في الدعاء كما يفعلون أهل السنة

رواه معاذ بن الحارث عن أبي قرة عن سعيد بن المسيب
عن ثمر بن لوثة عن معاذ بن رزين عن ابن معاوية عن ثمر بن لوثة
عن النبي عليه السلام قال الدعاء موقوف بين السماء والأرض
لا يصعد حتى يصلي علي فلا تجعلوني كغير الرائب صلوا على أول
الدعاء وآخره وأوسطه

ثبت ان في اول الدعاء صلوة وفي آخره وأوسطه
ويحمد الله تعالى ان أهل السنة والجماعة يدعونهم عليه
واستحسنون الصلوة في الدعاء كما روي في الكرامات -

مَوْلَانِي صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلَى خَلْقِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كَلَامًا

اور درود دعائیں جیسا کہ اہل سنت کرتے ہیں -

روایت ہے معاذ بن حارث سے وہ ابی قرہ سے وہ سعید بن المسيب سے وہ ثمر بن لوثة سے
اور اسی طرح روایت کیا ہے اسے رزین ابن معاویہ نے اپنی کتاب میں مرفوعاً بنی علیہ السلام
کہ فرمایا کہ دعا لکھی رہتی ہے آسمان و زمین میں اوپر نہیں چڑھتی جب تک کہ درود
نہ پڑھا جائے پس نہ کرو گے مانند
درود پڑھو گے پھر دعا کی ابتدا اور میان
اور آخر میں

پس ثابت ہوا کہ دعا کے ابتداء میں آخر میں اور درمیان میں درود ہے اور لکھنے
وہ اہل سنت والجماعت نے اس پر ہمیشگی اختیار کیا ہے۔ اور دعائیں درود کو مستحسن
دعا ہے جیسا کہ رواج ہے پراچہ میں -

۹ الحاجی امجدی

قال حاجی امجدی رحمہ اللہ: ہا جبر کسی فی ضیاء القلوب ہر کے را
کہ شوق دیدار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شود بعد نماز عشاء یا طہارت کامل و جامہ
نواستعمال خوشبو با ادب تمام رو بسوئے مدیہ منورہ بنشیند و بلبلی از جناب
قدس حقیقت لہدی برائے حصول زیارت جمال مبارک صلی اللہ علیہ وسلم و
دل را از جمیع خطرات خالی کردہ صورت آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہ
لباس بسیار سفید و عمامہ سبز و چہرہ منور مثل بدر بر سرش تصور کند الصلوۃ
والسلام علیک یا رسول اللہ راست، الصلوۃ والسلام علیک یا حبیب اللہ چپ
الصلوۃ والسلام علیک یا محمدی اللہ، در دل ضرب کند و این درود شریف
را ہر قدر کہ تواند چہ در پیکر از کند انشاء اللہ تعالیٰ مطلوب خواہد رسید۔

ضیاء القلوب ص ۸۳

و ایضا قال الحاجی امجدی رحمہ اللہ الصلوۃ والسلام علیک
یا رسول اللہ بصیغۃ النداء والخطاب لیکلمون الناس فیہ
ہذا مبنی علی اتصال المعنوی لہ الخلق والامر عالم الامر

فی الفین کے اکابر

کہا حاجی امجدی رحمہ اللہ: ہا جبر کسی فی ضیاء القلوب میں جس کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
و پیار کا شوق ہو نماز عشاء کے بعد چٹا طہارت کامل کے اور نئے کپڑوں کے اور استعمال خوشبو
ساتھ ادب تمام کے منہ مدیہ منورہ کی طرف کر کے بیٹھے اور التماس جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
علیہ وسلم کے جمال مبارک کی زیارت کی کرے اور دل کو تمام خطرات سے خالی کر کے یہ
تصور کر کے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پہنچے اور سبز عمامہ باندھے سر پر بدر کے چاند جیسے
چہرہ افروزیں اور دائیں طرف الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ اور بائیں الصلوۃ
والسلام علیک یا حبیب اللہ اور دل میں الصلوۃ والسلام علیک یا محمدی اللہ کی ضرب لگا
اور اس درود شریف کو مجھ قدر سوسے متواتر تکرار کرے انشاء اللہ مطلب کو پہنچے گا

اور اسی طرح حاجی امجدی رحمہ اللہ: ہا جبر کسی نے کہا کہ الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
خطاب میں بعض لوگ کلام کرتے ہیں اور یہ معنی ہے اتصال معنوی پر لہ الخلق و
الامر عالم الامر

یس مقلد با لطف و القرب و البعد فلا شک فی جوازہ
 (ادوالمشاق ص ۵۹)

اشرف علی ثانوی

ثبت ان اقرب الصلوة بکثرة وهو ایضا الصلوة والسلام
 عیب یا رسول اللہ - شکر النعم بکر رحمة الرحمة ص ۱۸
 وهذا مقام فکر و تأمل ان اکابر الدیوبندیہ ہم یستحبونہ
 والوہابیہ زماننا والمودودیہ والنجیریہ وغیرہم یقولون الشکر
 للصلوة علی النبی بالنداء والخطاب ثبت ان اکابرہم کاہم مشرکون
 وکن لا یفقیہون العلم لمن کلہم جہال

حسین احمد مدنی

سعت من الوہابیہ اکثرہم یمنعون من الصلوة علی النبی علیہ السلام
 بالخطاب الصلوة والسلام عیب یا رسول اللہ وہم یستہزؤن
 و یقولون الکلام الفاحش وعلماؤنا هذا الصورة وجملة الصور لصلاة
 علیہم یقولون مستحب ومستحسن وللمتعلقین یا مرون
 بدالک - کتاب ثنائی ص ۶۵

بہیں مقلد ساقہ طرف کے قریب و بعد میں ہیں اس کے جواز میں شک نہیں ہے۔

اشرف علی تھانوی

کہ یوں دل چاہتا ہے کہ آج درود شریف دیا جائے پڑھوں اور وہ بھی ان الفاظ سے الصلوة
 والسلام عیب یا رسول اللہ

اور یہ عقائد غور فکر ہے کہ اکابر دیوبندیہ سے مستحب جاتے ہیں اور بہادر زمانہ کے دہلی
 اور سوہادی اور انجیری وغیرہم درود و شکر کہتے ہیں جو ساقہ نداء و خطاب کے ہو
 پس ثابت ہوا کہ قول ہے کہ ان کے اکابر تمام مشرک ہے و لیکن یہ نہیں سمجھتے علم کو
 مسلمان کریم جاہل ہیں۔

حسین احمد مدنی

الشیخ ابویان سے ہارنا سنا کہ الصلوة والسلام عیب یا رسول اللہ کو سنت منع کرتے ہیں
 ان کا استہزاء (مذاق) اثرات نہیں اور بڑے کلمات کہتے ہیں اور علماء بہادر
 ان کو اور تمام صورت درود کو اگرچہ خطاب و نداء کیوں نہ ہو مستحب و مستحسن
 اور متعلقین کو ہر کجا امر کرتے ہیں۔

محمد ذکر یا السہارنبوری

قال فی فضائل ورود و فی قہمی التمجید الصلوۃ والسلام مرقا فضیل
اعنی مکان السلام علیہ یا رسول اللہ والسلام علیہ یا حبیب اللہ
یقال الصلوۃ والسلام علیہ یا رسول اللہ اعنی ان الید علیہ لفظ صلوۃ
فضائل ورود ۱۳۲ مطبوعہ مدینہ منورہ ۲۹

وقال حجة الاسلام امام غفر الی رحمة الله علیہ فی
اجیاء العلوم واحضری فی قلبہ النبی علیہ السلام وشخصہ الکریما وقل
السلام علیہ ایہا النبی ورحمة الله وبرکاتہ ولید صدق املک
فی امتہ یبلغہ ویرو علیک ما هو اوفی من انتمی اجماع العلوم ص ۱ جلد ۱
وحدۃ العبارۃ وجدت فی اکثر کتب الفقہاء - عمدة القاری شرح بخاری
جلد ۲ ص ۳ مواہب اللدنیہ جلد ۲ ص ۳۲ زرقانی شرح مواہب اللدنیہ جلد ۲ ص ۲۲۹
قال شمس موطا امام مالک جلد ۱ ص ۱۸ سعایہ جلد ۲ ص ۲۱ فتح الملبم جلد ۲ ص ۱۳۳
الکمال جلد ۲ ص ۲۴ مسک الختام شرح بلوغ المرام ص ۵۹

فصل البات الوهابیۃ وقطعہ من حصر فی قلبہ النبی علیہ السلام
وقد الصلوۃ والسلام علیہ یا رسول اللہ من انفسہم ویرحمہم
الطبع فی بیروت

محمد ذکر یا السہارنبوری

فضائل ورود میں کیا کہ بندہ کے خیال میں اگر ہر جگہ ورود و سلام کو جمع کیا جائے
تو زیادہ بہتر ہے یعنی بوائے السلام علیہ یا رسول اللہ اور السلام علیہ یا حبیب اللہ
کے الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ - یعنی صلوۃ کا لفظ بڑھا دیا جائے۔

اور کہا امام غفر الی نے اجماع العلوم میں - اور حاضر کراپنے دل میں بنی علیہ السلام
کو اور تصور آپ کا رکھ اور کہہ السلام علیک ایہا النبی ورحمة الله وبرکاتہ اور یقین
جان کر سلام بنی علیہ الصلوۃ والسلام کو پہنچ رہا ہے - اور اس کا جواب آپ بجا رہا ہے
تسلی -

اور یہی عبارت میں نے اکثر کتب فقہاء میں پائی ہے۔

پس باطل ہوا اثبات دھابہ کا کہتے ہیں کہ جس نماز میں بنی علیہ السلام کا خیال
لایا پس اس کی نماز قاسد ہوئی - ایما و بالمد

وَالْبِدْءُ

وَالْيَأْسَمَعَتْ مِنَ الْوَهَابِيَّةِ وَالْبِدْءُ لَغَيْرِ اللَّهِ شُرَكَ
فَتَاوَى رَشِيدِيَه -

قلنا

وَالْبِدْءُ لِلْبَنِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَأَوَّلُ وَلِيَاءِ جَائِزٍ أَمَّا
لِلْبَنِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَهُوَ مِنْ حَدِيثِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ سَعْدٍ
خَدَرَتْ رَجُلٌ ابْنُ عُمَرَ فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ إِذَا كَرَّحِبَ النَّاسِ
الْبِدْءُ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَدَبُ الْمُفْرَدِ ص ۱۲۴
وَالْيَأْسَمَعَتْ فِي فَصَائِلِ دُرُودِ لُزْكَرِيَا السَّهَارِ لِقَوْرِي دِيُونِ بَرْدِ ص ۱۳۲
وَالْيَأْسَمَعَتْ خَرَجَ التَّوَدِيَّ فِي كِتَابِهِ (عَنِ شَرْحِ مُسْلِمٍ) خَدَرَتْ رَجُلٌ ابْنُ
عَبَّاسٍ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَا مُحَمَّدُ إِذَا صَحَّ الرَّجُلُ فِي الْوَقْتِ
كِتَابُ الْأَذْكَارِ ص ۲۶

وَأَمَّا الْبِدْءُ أَوَّلُ لِي اللَّهِ تَعَالَى فَهُوَ جَائِزٌ أَيْضًا أَنْ أَوَّلِي
تَابَهُ لِلْبَنِيِّ كَمَا فِي فَتَاوَى حَدِيثِيَّةِ رَابِعِ خَرَجِ الْهَيْتِي الْمَكِّيِّ

اور اسی طرح سنلے ہیں وہابیہ سے کہ نداء بجز اللہ کو شرک ہے

قلنا

اور پکارنا نبی علیہ السلام کو یا اولیا کو یہ جائز ہے وہ نداء جو نبی علیہ السلام کو ہے وہ
ثابت ہے حدیث عبد الرحمن بن سعد سے کہ عمر کلپاؤں سلطان ہو گیا پس کسی آدمی نے
اسے کہا یا دُرُاس کو جو تجھے تمام لوگ سے اچھا اور محبوب ہو پس کہا اُس نے یا محمد

اور اسی طرح امام تودوی نے کہا شرح مسلم میں کہ سونیا پاؤں ابن عباس کا پر کیا
اُس نے یا محمد صبح ہوا پاؤں اُس کا اُسی وقت میں

اور بہر حال نداء جو ولی اللہ سے ہے وہ بھی ایسا ہی جائز ہے اس لیے کہ ولی تاب ہے
نہی کے جیسا کہ فتاویٰ حدیثیہ میں ہے جو ابن حجر المہیتی نے لکھے۔

وقال علامہ خیر الدین رملی فی فتاویٰ خیر یہ ہو استاد
 لصاحب در المختار فقال یا منشیہ عبد القادر جیلانی فہو نداء
 واذا ضیف الیہ شیئاً فہو طلب شیئاً الا واما اللہ فہما الموجب للحرمة
 فتاویٰ خیر یہ مطبوعہ مصر الجلد الثانی ص ۱۸۲

وقال فی الہدایۃ والصلوۃ علی النبی علیہ السلام مخرج الصلوۃ
 واجبة کما قال الکرخی او کما ذکر علیہ الصلوۃ کما اختارہ
 الطحاوی انتہی بخاری جلد ثانی علیہا مشی۔

فافہم وافکر یا منکر النداء والخطاب

الی اقوال العلماء والمفتیین وقیل۔

یا نبی درود جناب تو

وروز باں است مدد و سال صبح شام

نزدیک چو تحفہ فرستیم ماز وور

وروست را ہمیں صلوۃ ست و سلام

ابوالمجاہد عامر محمد علی الخالق القادری ۱۹۷۴ء

اور کہا علامہ خیر الدین رملی نے فتاویٰ خیر یہ میں جو کہ استاد ہے مصنف در فتا
 کا پس کہا یہ نداء ہے یا منشیہ عبد القادر جیلانی اور جب ساتھ اسکے پڑھایا جا پس
 طلب شیئی ہے از روئے امر اللہ کے پس کیا سبب ہے اسکی حرمت کیلئے

اور بدایہ میں ہے اور درود نبی علیہ الصلوۃ والسلام پر نماز سے باہر واجب ہو جیسا
 کہ کرخی نے کہا اور جب ذکر ہو آپ پر درود جیسا کہ شمار کیا ہے اسے علی و می نے
 پس غور و فکر کرائے فکر نداء و خطاب کے طرف اقوال علماء کے اور مفتیوں کے نوکر

و يليه هذه الى ما قبله - قول حين وقت الاذان عند
شهادة الاولى والثانية - قرعة عيني بيا رسول الله

قال جلال الدين السيوطي والقهستاني في شرح الكبير نقل عن
كثير العباد اعلم انه ينبغي ان يقال عند السماع الاولى من
الشهادة الثانية صلى الله عليه وسلم يا رسول الله وعند سماع الثانية
قرعة عيني بيا رسول الله ثم يقال اللهم متعني بالسمع
والبصر بعد وضعه ففر الا بهامين على العينين وقال عليه السلام
من سمع اسمي في الاذان فقبل فطري ابها ميها ومسح
على عيني له رحمة الله ابد الما شيه جلال الدين مطبوعه المطابع ثم
روح البيان ما تحت ان الله وملكته الآية وروى عن كبريلا بليقاري ۲۶۹
ثم البصائر لولانا حمد الله وامننى وايضا قال العلا مة الشاهي ۲۶۹

اور یہ علامہ ابوبے ساقی حضرت شہدائے - قول قائل کا وقت اذان کے نزدیکیا وقت اول
کے ثانیہ کے - یا رسول اللہ تم میری آنکھوں کے ٹھنڈک ہو۔

کام جلال الدین سیوطی نے اور قہستانی نے شرح کبیر میں نقل کیا کثیر العباد جان کہ
یہ مستحب کہ کہا جاوے سماع اول کے نزدیک شہادت ثانیہ سے درود ہو تو پیرا
اللہ کے اور وقت شہادت ثانیہ کے ٹھنڈک ہو تو یا رسول اللہ میری آنکھوں کے
ٹھنڈک اللہ و سبحانہ قوت سماع و بھارت کی یہ کہے بعد رکعتے ناخن آنگوٹھوں دو ٹوٹا
کے پیر اور کہا بنی علیہ السلام نے جس سنا اذان میں نام میرا اور چومنا خن
دوست آنگوٹھوں کے اور آنکھوں پر رکھنا یہ بھی آنکھیں خراب نہ ہوں گی۔

حیلة الاسقاط

جمع الخیل وتعریفه ما یحتال به الرجل یحمد الله تعالى و یؤمن
یفعلون حیلة الاسقاط من زمان عمره فی الآن و فی جواز
کثرة الاثبات -

فان قلت کیف اجاز العلماء الخیل مع ان البخاری
اور فی کتاب الخیل احدا و ثلثین حدیثا فی منه الخیل ؟
قلت

تحقیق المقام ان اولتر باب الخیل قد جاءت مختلفه فبعضها یقتنی
عدمه و بعضها یقتنی وجوده و البخاری اختار الاولی فاوروالا
حدیث التي تراها و لكن بعضها لا یدل علی الخیل اصلا و لم يذكر
ما یدل علی الجواز من الکتاب و السنن بل شنع علی من اجاز الخیل
قال الحافظ ابن حجر العسقلانی فی شرح البخاری بعد ما ذکر اقسام الخیل
و اختلاف العلماء فیها ما نصبه و لم یجازه مطلقا و ابطالها
مطلقا ادلة کثيرة فمن الاول قوله تعالى وخذ بیدک ضحاکا
فما ضرب به ولا تحت و قد عمل به صلی اللہ علیہ وسلم

حیلة اسقاط

جمع اس کی تحقیق ہے اور تعریف یہ ہے ما یحتال به الرجل - اندر کے فعل و کرم
اسقاط اہل السنۃ کو رہا ہے زمانہ عمر سے اب تک اور اس جواز میں اثبات بہت ہیں
اگر تو کہے کہ علماء نے عید کو کچھ جائز قرار دیا حالانکہ ہمارے کتاب الخیل میں اکثر
احادیث عدم جواز میں نکلی ہیں ؟

قلت

واقعہ مقام یہ ہے کہ دلائل ہر خیل میں مختلف ہیں بعض تقاضہ عدم رکھتی ہیں
اور بعض اس جواز پر مقتنی ہیں اور بخاری نے اولیٰ میں عدم جواز کو اختیار کیا پس وہ
لی احادیث جو سامنے ہیں و لیکن بعض دلائل نہیں جیل پر اصلا اور ذکر نہیں کیا بخاری
نے وہ جو دال ہیں جواز پر کتاب و سنت سے بلکہ زحمہ کیا اس پر جس جیکہ کو جائز کہا
کہا حافظ ابن حجر عسقلانی نے شرح بخاری میں بعد ذکر کرنے اقسام خیل کے اور اختلاف
علماء کا وہ جو نصبت اس میں اور جس مطلقا جائز قرار دیا - یا مطلقا باطل کیا ہے
و دلائل کثیرہ سے پس اول یہ قول رب تعالیٰ کا اور پھر تاکہ میں چھاڑو پس ہمارے
اور عانت نہ ہو اور تحقیق عمل کیا اس کے ساتھ نبی علیہ السلام نے

فی حق الضعیف الذی ذق و هو من حدیث ابی امامہ بن سہل
 فی السنن و متنا قوله تعالى و من یتق الله یجعل له مخرجاً و فی الخیر
 من المخرج من المضائق و منه مشروعیة الاستثناء فان فیہ
 تخلیصاً من الحنث و حدیث الشریط کما ہما فان فیہا سلا مة
 من الوقوع فی المخرج - و متنا حدیث ابی ہریرۃ و ابن سعید
 فی قصۃ بلالؓ بہ الجمع بالدرہم ثم ابتع منها - و من الثانی
 قصۃ اصحاب البیت و حدیث حرمت علیہم النجوم ففعلوها
 فباعوها و اکلوا ثمنها و حدیث النہی عن الفجس و حدیث لعن
 المحلل و المحلل لہ اھ و قال شمس الایمة السرخسی فی جیل المبسوط
 ان الجیل فی الاحکام المخرجة عن الامام جائزۃ عند جمہور
 العلماء انما کثرہ ذلک بعض المتقشفۃ بجاہلہم و قلۃ تاملہم
 فی الکتاب و السنۃ و الدلیل علی جوازہ من ان کتب قولہ تعالی
 و خذ بیدک ضغثاً فاخر بیدک لا تحنث ہذا تعلیم المخرج
 کما یوب علیہ السلام عن یمنہ الی حلف لیضربن زوجتہ
 مائۃ سوط فانه حین قالت لو ذبحت عناقا باسم الشیطان

فی حق الضعیف وہ جس نے نہ کیا تھا اور وہ حدیث ابی امامہ بن سہل کی ہے
 کہ جس نے اس سے یہ فرمان رب تعالیٰ کا اور جو دوسرے اللہ سے کروٹا واسطے اس کے
 لئے کہ اس نے اور جیل میں راستہ ہے آسانی ہے تنگیوں سے اور اس سے مشروعیۃ ہے استثناء کہ
 اس نے اس کے خلاف ہی ہے حنث ہے اور اسی طرح تمام شریط پس اس میں سلا مة ہے مخرج میں
 اس کے لئے اور اسی سے حدیث ابو ہریرۃ کی اور ابن سعید کہ قصہ بلالؓ میں (لعل النجوم بالیوم
 لعل النجوم) اور دوسرے سے قصہ اصحاب بیت کا اور حدیث حرمت علیہم النجوم والی
 اور حدیث لعن النجس کی اور حدیث لعن المحلل اور محلل لہ اھ
 و شمس السرخسی نے جیل مبسوط میں کہ جیل احکام مخرجہ میں امام اعظمؒ سے جائزہ
 ہے کہ ایک اور یہ کہ مکروہ جانا بعض بدعتوں واسطے جہالت ان کے اور کسی فکر
 سے اس سے نہیں اور دلیل جائزہ کتاب یہ قول رب تعالیٰ کا و خذ بیدک
 ضغثاً فاخر بیدک علیہ السلام بیانی اس میں سے جہاں تعالیٰ نے کہ البتہ ضروریوں کا
 اور اس کے لئے کہ اس نے جب کہا تھا اس کی عورت نے اگر ذبح کرے تو عناقا ساتھ
 اس کے ساتھ ہے۔

فی قصۃ طویلة اور دھا اهل التفسیر رحمہم اللہ وقال اللہ
تعالیٰ فلما اخرجہم مخرجہا زہم جعل السقایۃ فی رحل اخیه
الی قولہ ثم استفرجھا من وعاء اخیه کذٰلک کدنا لیسف
وکان ہذا منہ حیلة لا مسالک اخیه عندہ علی وجہ
لا یقف اخوتہ علی مقصودہ وقال جل جلالہ حکایتہ عن
موسیٰ علیہ السلام مستحد فی ان شاء اللہ صابرا ولم یخجل
علیٰ ذٰلک لانہ قید سلا متہ بالاستثناء و هو مخرج
صحیح قال اللہ تعالیٰ ولا تقولن لشیء انی فاعل ذٰلک
غدا الا ان یشاء اللہ -

واما السنۃ فباروی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال
یوم الازاب لعروۃ بن مسعود فی شان بنی قریظۃ فلعلنا
امرناہم بذٰلک فلما قال لہ عمری فی ذٰلک قال علیہ السلام
الحرب خدعۃ وکان ذٰلک منہ ان کتاب حیلة وخرجنا
من الازاب بتقید الکلام بلعل ولما اتاہ رجل من اخیرہ
انہ حلف بطلاق امراتہ ثلاثا ان لا یکلم احدا قال لہ طلقھا

لجہ قصہ میں مجھے لکھا مفسرین کرام نے اور کہا اللہ تعالیٰ نے پس جب تیار کیا واسطہ ان کے
سامان رکھ دیا پھر پانی والا کہا وٹھے اس کے بھائی کے پھر کھال لیا اسے بھائی کے کجاوے سے
اور اسی طرح کام سنوارا ہم نے یوسف کا اور تھا یہ اس سے حیلہ اس کا بھائی سے اس کے کان
لو پر جو نہ موقوف ہوئے بھائی اس کے اوپر مقصود کے اور کہا رب تعالیٰ نے حکایت موسیٰ
سے پائی گاتو مجھے صابر اتر اللہ نے چاہا اور نہ غالب ہوا اس صبر پر اس لیے کہ یہ قید سلائی کے ساتھ
استثناء کے اور یہ مخرج صحیح تھا اور فرمایا رب تعالیٰ نے اور ہرگز نہ کہو کسی چیز کی کہ کروں گا
میں اسے کل مگر یہ کہ اللہ چاہے

اور وہ جو حدیث ہے پس وہ روایت کن تھی ہے نبی علیہ السلام سے جو کہ فرمایا یوم ازاب پر
عروہ بن مسعود کو شان بنی قریظہ میں پس کہ شاید ماہور ہیں ہم اسی پر پس جب کہا عمر نے اس میں
فرمایا نبی علیہ السلام نے الحرب خدعۃ اور تھا اسی طرح اس سے کتاب حیلہ اور مخرج گناہ سے
پس مقید رکھا کلام لفظ بلعل سے اور جب اس پاس آدمی اور مردی کہ اس نے حلف اٹھایا
طلاق کیا تو اپنی عورت کو کہ نہ کلام کرے ساتھ بھائی اس کے کہ اس نے طلاق دے اسے ایک

واحدة فاذ النقصت عداتها فكلما اخالك ثم تزوجها وهذا تعليم
الحيلة والا تار فيه كثيرة ومن تأمل احكام الشرع وجد العاملة
كلها بهذه الصفة وقال فمن كره الحيل في الاحكام فانما
يكره في الحقيقة احكام الشرع والله اعلم بخاري المجلد الثاني ص ۲۳ مقدمة

وصية الاموات في حيلة الاستقاط
الدليل الاول لو صيت الاموات بقوله تعالى من بعد وصية يوصي
ها او دين -

وجه الاستدلال - لفظ وصية مطلق لقيد الدوران
وجه الاستدلال - المطلق مجزئ على اطلاقه لان كل افراد
ثابت بالطلاق كمنصوص عليه

وجه الثاني - وقع لفظ وصية بقوله تعالى من بعد وصية يوصي
ها او دين - وجه الثالث - وقع وصية بقوله تعالى من بعد وصية
يوصيها او دين -

وجه الرابع - لفظ وصية ثبت بقوله تعالى من بعد وصية يوصي

يوصيها او دين - وجه الثاني - وقع لفظ وصية بقوله تعالى من بعد وصية يوصي
ها او دين - وجه الثالث - وقع وصية بقوله تعالى من بعد وصية
يوصيها او دين - وجه الرابع - لفظ وصية ثبت بقوله تعالى من بعد وصية يوصي

وصية الاموات في حيلة الاستقاط

دليل اول وصية اموات في حيلة الاستقاط من بعد وصية يوصيها او دين

وجه الاستدلال - لفظ وصية مطلق بقيد الدوران
وجه الاستدلال - مطلق لفظه على اطلاقه لان كل افراد
ثابت بالطلاق كمنصوص عليه

وجه الثاني - وقع لفظ وصية بقوله تعالى من بعد وصية يوصيها او دين
وجه الثالث - وقع وصية بقوله تعالى من بعد وصية يوصيها او دين
وجه الرابع - لفظ وصية ثبت بقوله تعالى من بعد وصية يوصيها او دين

بہا و دین ۔

وعن ابن عباس أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال
لا يصوم واحد من أحد ولا يصلي أحد عن أحد ولكن
يطعم عنه : رواه النسائي عيني بخاري ص ۱۲۲ مجموع رسائل شامی جلد اول
مجموع الآثار ص ۲۶۲ مشکل الآثار جلد اول ص ۱۲۱ والسنن البیہقی ثم جوہر
النفی جلد رابع زیلی جلد ثانی ص ۴۲ ودرایۃ ص ۱۷۶

عن ابن عمر عن النبي قال من مات وعليه صيام شهر رمضان
فليطعم مكان يومه مسكيناً ترمذی ثم مشکوٰۃ الصوم قضا ص ۱۹۲

حوران القرآن

قال المؤرخ صاحب الفتوح محمد بن عمر الواقدي أخبرني
عن ابن جرير عن أبي شهاب عن أم سلمة عن أبي موسى الأشعري
قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من قرأ القرآن من
الجمعة إلى الجمعة بعد صلاة الجنازة لا يرد الله من ثوابه
شيئاً حتى يلقى الله يومئذ في الجنة (وفي نسخة يلا ب) فتاویٰ ترمذی للابی الیث و
مہاجہ الرازی ص ۲۶ ودرایۃ ص ۱۷۶

اور روایت ہے ابن عباس سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہ روزہ رکھے ایک آدمی دوسرے
کیلئے اور نہ نماز پڑھے ایک دوسرے کیلئے مگر طعام دے ایک دوسرے کیلئے۔

اور مروی ہے ابن عمرؓ کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا آپ نے جو فوت ہوا اور اس پر رمضان کے روزے
تھے پس لازم ہے کہ کھانا کھلائے جبکہ مسکینوں کو ایک دن۔

حوران القرآن

کہا مؤرخ صاحب الفتوح نے جو محمد بن عمر الواقدي میں خبر دی ہے ابو عاصم نے انہوں نے
ابن جریر سے انہوں نے ابی شہاب سے ام سلمہ سے وہ ابو موسیٰ اشعری سے فرمایا کہ جب ابا عمرؓ نے
جود قرآن کی تیسویں بار سے تیسویں تک تیس آدمیوں میں نماز جنازہ کے بعد واسطیٰ ایک
عورت کے جو لقب دی گئی ہے ساتھ حبیبہ کے جو زوجہ تھیں تلاب کی (ابو یوسف ترمذی ص ۱۷۶)

حدثنا العباس بن سفيان عن ابي عليته عن عون عن محمد بن
عبد الله بن عمرو قال قال عمر ايتها المسلمون اجعلوا القرآن وسيلة
لنجاتكم الموتي فخالقوا وقلوا اللهم اغفر لهذا الميت بحرمة قرآن المجيد
وثبت بهذا السند ايضا اخبر سعد بن ايوب عن جميع عن
عبد الرحمن بن ابي بكر انه وجد دوران القرآن عند
والقرآن شافح للمؤمنين حياتا وبعد مماتا - فتاوى سمرقندی ثم مہاج
الواضح ص ۲۶۷ -

قال الامام احمد اسهل طريقته ان يبيع الوارث على الفقير ومحمدا
جديد اراي صيحا (قابلا للقرعة لغبن فاحش ثم يهب الفقير ثم
تشر حتى يتم لحل الله تعالى يحمله فداية في مقابلة الصوم والصلوة
والزكاة والمنذورات الكتاب الحيل الامام محمد -
والحيل اختلاف لسرفراز خان النجدي هو يقول كتاب الحيل ليس لامام
محمد - لثبت انه جاهل ان كل العلماء يقولون الكتاب الحيل لامام محمد
ودقة الامام الغزالي ثم مہاج الواضح ص ۲۶۸
فانكر واظهر بانكار الحيلة - في حق وايات الحيلة

روایت ہے ابن عباس سے وہ ابی علیہ وہ عون سے وہ محمد سے وہ عبد اللہ بن عمر سے کہ فرمایا مجھے
میں نے اسے مسلمان قرآن کو وسیلہ بنکر اور پس حلقہ بناؤ اور کہو اے اللہ بخشیدے اس میت
کو بوسیلہ قرآن مجید کے اور ثبت ہے اس سند سے اسطرح کہ روایت ہے سعد سے وہ ابو بکر وہ
بیجمع سے وہ عبد الرحمن سے وہ ابو بکر سے کہ پایا اسے عمر کو دوران قرآن کرنے ہو سکے اور قرآن
شافح ہے متوہین کو زندگی میں اور بعد موت کے

اور کہہ امام محمد نے کہ آسان طریقہ اس کا یہ ہے کہ دے وارث فقیر کو قرآن مجید یا دین صحیح
قابل قرأت واسطے عین فاعل کے ظم پھر دے فقیر پھر اور پھر یہاں تک کہ تمام ہو جا شاید پھر
اللہ تعالیٰ فرمے اس کو مقابلہ روزوں کے اور ثنائے اور زکوٰۃ کے اور نذروں کے
اور کتاب حیل میں اختلاف ہے سرفراز خان نجدی کو وہ کہتے ہیں کہ کتاب الحیل امام محمدی نہیں ہے
پس ثابت ہوا کہ وہ جاہل ہے اس لیے کہ تمام علماء کہتے ہیں کتاب الحیل امام محمدی ہے -

پس سوچ کر اور فکر کر اے مفکر حیدر کے - یہ حق ہے اور اس میں تشایا بخیرین ہیں

وَالْمُسْتَحَقُّ لِلصَّدَقَةِ مَنْ قُلْنَا

شم وفي المطبع مصر ۱۹۲۲
۵۲ الآخر

المقصود من عليه في المذهب وعلى العمل اليوم ان يجمع الوارث عشر
رجال ليس فيهم غني ولا عيب ولا حي ولا مجنون الخ وما
تعارفه الناس ونص عليه اهل المذهب ان الواجب احوارة
مستقلة على نفقود او غيرها الجواهر وحلى وبنوالا موعلا اعتبار القيمة
ولان احوارة الصورة طرائق - ثم عرسل شامى المجلد الاول ص ۲۱۱-۲۱۲
وان كانت الصلوة كثيرة والمخطة قليلة يعطى ثلثة اصوات عن
صلوة يوم وليلة مع الوتر مثلاً الى الفقير ثم يرد فحقها الفقير الى
الفقير ثم يرد فحقها الفقير الى الوارث هكذا يفعل مراراً حتى يستوعب
الصلوة ونحوها كيدوى جلد فوائت ص ۵۸۳ بتارخانه ثم جوار النفيس ص ۳
المختار - اشياء والتفاسر وشرح بدية ابن العماد جامع الرموز كتاب الصوم ص ۱۹۲
وقاس خان المجلد الاول ص ۱۷۰ وشامى جلد اول ص ۲۱۰-۲۱۱ ان تبرع الولي
بالا سقاط يجوز الخ ويجوز التبرع الا جيبى به - مراقى الفلاح ص ۲۹۲
الطاهى وشامى جلد اول ص ۴۹۲ ومنه الخالى المجلد الثاني ص ۹۷

اور مستحق صدقہ کا لون ہے قلنا

مقصود من عليه مذ صلب میں ہے اور آج تک اس پر عمل ہے کہ جمع ہوں وارث دس آدمی
مذہب میں غنی اور نہ غلام اور نہ بچہ اور نہ دیوانہ الا اور نہ جسے ٹوڑ جلنے ہوں -
اور ثابت ہیں اسباب مذہب واجب یہ کہ دائرہ بنائیں جو مشتمل ہو جو نفوذ پر یا غیر اس پر
جیسے جوار و حلی وغیرہ اور بنوالا مرا اعتبار قیمت پر ہے

آرٹھائیں بہت ہیں اور مذہم تقویٰ ہو دی جائیں اور اسی نمازیں ایک نماز کی سمیت
وشرکے مثلاً طرف فقیر کے پیر دے اُسے وارث فقیر کو پھر فقیر وارث کو اسی طرح کرے
تکرار کیا حق یہاں تک پوری ہوں نمازیں مازر مثل اس کے

حیوة الانبیاء والشہداء

اعلم ان الانبیاء احياء ویصون فی قبورهم والشہداء هم احياء لقوله تعالى ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احياء فی المقام الثانی بل احياء عند ربهم یرزقون .
وقال جلال الدین السيوطی فی الحاوی للفتاوی الانبیاء افضل من الشہداء . اى افضل فی حیوة القبر وافضل فی اکل الرزق
حدثنا ابو یکریم بن شیبہ عن حسین بن علی عن عبد الرحمن بن یزید بن جابر عن ابی الاشعث الصنعانی عن شداد بن اوس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان من افضل ایاکم ابو الجمعة فیہ خلق ان موفیہ النفعۃ وفیہ الحقۃ قالوا علی من الصلوۃ فیہ فان صلوۃکم معروضۃ علی فقال رجل یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیف تعرض صلوۃنا علیک وقد ارمیت یعنی بلیت فقال ان اللہ عز وجل علی الارض ان تأکل اجساد الانبیاء . رواہ ابن ماجہ ص ۷۶
فانذروا ان الانبیاء احياء ویقولون الوہابیتان ما نساھم اموات العباد باللہ من شرور انفسہم فثبت ان الوہابیۃ کلام

حیات انبیاء اور شہداء کے بارے میں

جان کہے کہ انبیاء زندہ ہیں اور اپنے قبور میں نماز پڑھتے ہیں اور شہداء بھی زندہ ہیں واسطے قول رب تعالیٰ کے اور کہ ہر مردہ ان کو جو اللہ کے راستے میں قتل کیے جائیں بلکہ وہ زندہ ہیں اور دوسرا مقام پر فرمایا بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے ہاں سے رزق دیے جاتے ہیں اور کہا جلال الدین سیوطی نے حاوی الفتاویٰ میں کہ انبیاء افضل ہیں شہداء سے۔ اى افضل ہیں حیوة قبریہ میں اور رزق کے کھانے میں
روایت ہے ابو بکر بن شیبہ سے وہ صہبہ بن علی سے وہ عبد الرحمن بن یزید جابر سے وہ ابی الاشعث صنعانی سے وہ شداد بن اوس سے کہ فرمایا رسول اللہ نے افضل ایاہم میں سے محمد ہے اس میں آدم پر اور اس میں نوح ہے اور اسی میں صہقہ ہے پس کریم سرور محمد پروردگار سے اس میں پس مبارک اور دو دفعہ پہلے میں کہا جاتا ہے پس کہا اے آدمی نے یا رسول اللہ ہم آپ پروردگار کے پیش کر رہے ہیں آپ تو رخصت ہوئے پس فرمایا آپ نے کہ اللہ تعالیٰ نے حرام کیا زمین پر کروہ انبیاء کے اجسام کو کھانے
فاللہ اعلم . یہ ہر ایک انبیاء کرام زندہ ہیں اور ہر مردہ کے وہابیہ کہتے ہیں کہ وہ مرتے نفوس
واللہ اعلم انہم نہیں ہیں ثابت ہوا کہ وہابیہ کام

ضال مفلک کما فی الصاوی علی الجلالین وکذا لدساتر الاموات
ایضا یسمعون السلام والکلام ولیرض علیہم اعمال اقاترہم
نحوہ لا ینبأ بکون حیاتهم علی الوجه الاکمل مثلاً حاشیہ ابن ماجہ

ثبوت الرزق هم یا کلون فی قبورهم
ففی اکل الرزق احادیث كثيرة والثبوت یکنی واحداً ولهم کثیرة
حدیثاً عمرو بن سواد المعمری عن عبد اللہ بن وہب عن عمرو بن
الحارث عن سعید بن ابی ہلال عن یزید بن نعمان عن عباد بن
نسی عن ابی الدرداء قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
الثرو والصلوة علی یوم الجمعة فانه مشہود تشهد الملائكة وان احداً
لن یصلی علی الا عرضت علی صلواته حتی یفرغ منها قال قلت
ولبعد الموت ان اللہ امر علی الارض ان تأکل اجساد الانبیاء
فنبی اللہ حتی یرزق رواہ ابن ماجہ ۶۹

ثبوت صلوة الانبیاء فی قبورهم
والمراد البقی فی کتاب حیوة الانبیاء عن انس ان رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم قال لا ینبأ احياء فی قبورهم یصلون رواہ البیہقی

لہ فی الثماری المجلد الثانی

گمراہ ہیں اور گمراہ کرنا والے ہیں جیسا کہ صاوی میں مذکور ہے اور ایسی ہی تمام اوقات
صفحہ میں سلام و کلام کو اور ان کے رشتہ داروں کے اعمال ان پر پیش کیے جاتے ہیں
تو ایسا ہی حیوة انبیاء ہوگی جب اکمل ہے۔

ثبوت انبیاء قبور میں رزق کھانا

پس اکل الرزق میں احادیث بہت ہیں ایک یہی کافی ہے اور بہت بھی۔ روایت
ہے عمرو بن سواد معمری سے وہ عبد اللہ بن وہب سے وہ عمرو بن حارث سے وہ سعید بن ابی
ہلال سے وہ یزید بن نعمان سے وہ عباد بن نسی سے وہ ابی الدرداء سے کہ فرمایا رسول اللہ
نے جمعہ کے دن فجر پر بکثرت درود پڑھا کرو اسلئے کہ یہ مشہود ہے تو ایسی دیتے ہیں فرشتے
اور تم میں جب کوئی درود پڑھتا ہے فرشتہ پر پیش کیا جاتا ہے یہاں تک کہ اس سے تارخ
ہوتا ہوں۔ راوی کہتے ہیں اور بعد موت کے اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کے
اجساد حرام کر دیے ہیں اکل کے۔ پس اللہ کا نبی زندہ ہے رزق دیا جائیگا۔

ثبوت انبیاء کا قبور میں نماز پڑھنا

ان کہا یہی حق ہے حیوة انبیاء میں روایت ہے انس سے کہ فرمایا رسول اللہ نے انبیاء
زندہ ہیں اپنے قبور میں نماز پڑھتے ہیں۔

واخرج ابو نعیم فی الحلیۃ عن یوسف بن عطیۃ قال سمعت
 ثابت البنانی یقول لحمد الطویل هل بلغک ان احدا یصلی فی قبره
 الا الانبیاء قال لا - الحاوی للفتاوی المجلد الثانی ص ۲۶

و ذکر عینی البخاری لان الانبیاء علیہم السلام ارجاء عند ربہم و رزق
 فلا مانع ان یجوزوا فی ہذا الحال لما ثبت فی صحیح مسلم من حدیث
 انس انہ علیہ السلام مر رأی موسی قائما فی قبرہ یصلی - عینی البخاری
 المجلد الرابع ص ۲۷

واخرج البیہقی فی حیوۃ الانبیاء والاصحاب فی الترغیب عن انس قال
 قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صل علی فی یوم الجمعۃ
 ولیلۃ الجمعۃ قضی اللہ لہ مائتۃ حاجۃ سبعین من حوائج الاخوۃ و
 ثلاثین من حوائج الدنیا ثم وکل اللہ بدنہ لک ملکا یدخلہ علی
 فی قبری کما یدخل علیکم المہدی ان علی بعد موتی کما فی الحیوۃ
 ولفظ البیہقی بخبر من صل علی یا سمیہ فانتبتہ عندی فی صحیفۃ

بیضا و -

والثانی عن انس عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان الانبیاء

اور کہا ابو نعیم نے حلیۃ میں روایت ہے یوسف بن عطیۃ نے ثابت بنانی سے
 حمید طویل سے کہہ رہے تھے کہ کیا تجھے معلوم ہوئے کہ انبیاء کیسے اکوٹ اپنی قبر میں نماز پڑھتا
 ہے فرمایا کہ نہیں -

اور ذکر کیا عینی بخاری نے کہ انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں اپنے رب سے رزق ملتا ہے پس
 کیا ہے کہ ہم حجت پکڑیں اس حال میں جبکہ ثابت ہے صحیح مسلم سے حدیث انس سے کہ
 تحقیق نبی علیہ السلام نے دیکھا موسیٰ کو اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے

اور کہا بیہقی نے حیات انبیاء میں اور اصحابان نے ترغیب میں روایت ہے انس سے کہ لایا
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قبچکے دن یارات کو درود پڑھے گا پوری کریگا اللہ تعالیٰ اس کیلئے
 سو حاجت بخشے حاجات آفتاب سے اور تیس دینا سے پھر مومل بتایا رب تعالیٰ نے اس
 ایک فرشتہ کو جو داخل ہوتا ہے قبر میں جیسے داخل ہوتے تم پر حقے بیشک میرا علم بعد موت
 مثل علم حیات مابہ اور لفظ بیہقی کا کہ بتایا گیا ہوں جس نے قبچکے پر نام لیکر درود پڑھا پس
 ثبوت ہے میرے پاس سفید صحیفہ میں

اور دوسری حدیث روایت ہے انس سے وہ رسول اللہ سے فرمایا کہ ہے محمد انبیاء

لا يتركون في قبورهم بعد اربعين ليلة ولكنهم يصلون بين يدي الله
حتى ينفتح في الصور. عاصي القادسي المجلد الثاني ص ۲۶۵
واخرج ابو يعلى عن ابى هريرة سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم
والذي نفسي بيد الله لينزلن عيسى بن مريم ثم لنن قام على قبري فقال
يا محمد لا حيينه. ^{۶۱}
واخرج ابن سعد في الطبقات والويعلى في دلائل النبوة عن سعيد
بن المسيب انه كان يلازم المسجد في ايام الحرة والناس يقتلون
قال فكنيت اذ احانت الصلوة اسمع اذ انا يخرج من قبل القبر
الشريف وايضا اخرج ابو يعلى في دلائل النبوة انه فثبت ان
الانبياء والشهداء احياء ومن انكر من حيا تم فهو خارج
عن مذهب الاربعة وهو ضال مضل
للمؤلف

انما الرسل والشهداء اولاء يموتون
بالحياء عند ربهم يرزقون

بل انكفار ليس محي في قبورهم كنيثا
والانبياء احياء في قبورهم يصلون
عامر القادسي يوم الاحد ۱۵ اكتوبر ۱۹۷۶ م ميلادي

بہن چھوڑے جاتے اپنی قبور میں چالیس رات کے بعد ولیکن وہ اللہ کیلئے نمازیں پڑھیں
تے تاقیامت۔

اور کہا ابو یعلیٰ نے وہ رافعی میں ابو ہریرہ سے کہ سنائیں نبی علیہ السلام سے فرمایا کہ قسم
اس ذات کی جسکے قبضے میں میری جان ہے جس نے تان لیا عیسیٰ بن مریم پھر اگر کوئی اور
میری قبر پر اور کہے یا محمد البتہ میں ضرور جواب دوں گا۔

اور کہا ابن سعد نے لمقات میں اور ابو نعیم نے دلائل النبوة میں روایت ہے سعید بن
المسیب کہ وہ لازماً جایا کرتے تھے مسجد کوشہ مدینہ میں اور گور

کہا پس جب میں تیار ہوتا نماز کیلئے سنتا میں اذان قبر کے اٹے حصہ سے اور شہداء
زندہ ہیں جس نے انکی حیات سے انکار کیا پس وہ خارج ہے مذهب اربعہ سے اور
وہ گمراہ ہے اور گمراہ کہنے والا ہے۔

یہ شعر مصنف کے لیے

بے شک شہداء اور رسول بہن مرے ہوئے
بلکہ زندہ ہیں رکے پاس سے رزق کھاتے ہوئے

ولیکن زندہ بہن کفار مثل انہی ہمارے

اور انبیاء زندہ ہیں قبور میں نمازی پڑھتے ہیں۔

الوسيلة بالانبياء والاولياء

الوسيلة ثابتة بنص قطعي لقوله تعالى وابتغوا اليها الوسيلة -
ولما جاءهم كتاب من عند الله وصدق لما معهم وكانوا
من قبل يستفتون على الذين كفروا فلما جاءهم ما
عرفوا كفروا به فلعنة الله على الكافرين -
ولما جاءهم ان ظلموا انفسهم جاءواك فاستغفروا الله
واستغفر لهم الرسول لوحيد والله توابا رحيم -
ان قلت الانبياء والاولياء ليس الوسيلة بهم عند الله
بل الوسيلة عند الله العمل الصالح ؟

قلنا

قلت بل الوسيلة العمل الصالح فاي الحجة عندك ان عملك
مقبول عند الله ثبتت وسيلة العمل الصالحة جائز ولكن
شكك قبوليتها والوسيلة الانبياء ليس فيه شك ومن
اوشاع في قبوليتهم فقد كفر - وايضا يسئل الوسيلة الامام

وسيلة انبياء واولياء کا

وسيلة ثابت ہے قطعی نص سے یہ قول رب تعالیٰ کا اور طلب کرنے اسکی طرف وسیلہ
اور جب آئی اُنکے طرف کتاب اللہ کی طرف سے تصدیق کرنے والی نازل شدہ کتابوں کو اور تھے
قبل ازیں طلب کرتے تھے کافروں پر یہیں جب آئی اُنکے طرف نہ پہنچا نا انہوں نے بلکہ مکر
ہوتے اس سے پس لعنت ہو اللہ کی کافروں پر -
اور اگر یہ لوگ اپنی جانوں پر ظلم کر کے آپ کے پاس نہیں پہنچتے ان کو رب تعالیٰ اور
پیشکش مانگے ان کیلئے رسول البتہ ضرور پائیے اللہ کو تو یہ قبول کرنے والا مہربان
آر تو کہے کہ انبیاء واولیا وسیلہ نہیں بلکہ وسیلہ عند اللہ عمل صالح ہے -

قلنا

قول ترا کہ عمل صالح وسیلہ ہے - پس کیا دلیل ہے پاس کرتے عمل اللہ کے ٹاں مقبول میں
پہلے ثابت ہو کہ وسیلہ اعمال صالحہ کا جائز ہے لیکن اسکی مقبولیت میں شک ہے اور وسیلہ میں
انبیاء کا اس میں کوئی شک نہیں اور جس شک کیا ان کی مقبولیت میں وہ کافر ہے اور اسی طرح
وسیلہ پیکر امام اعظم نے

الا عظم رضى الله عنه في قييدۃ النعمان بن ثابت
 يا سيد السادات جئت لك قاصدا - ارجو ان ضالك واحتق
 بحالک . قعيۃ النعمان ونبوة قصاد صلا مطبوعه بمبائی دہلی
 وايضا قال امام شرف الدين ابو صيري في قييدۃ البردة
 يا اكرم الخلق مالي من الوذير سواك عند حلول الحادث العظيم
 وايضا قال مولانا جامي المصنف لشرح جامي في النخا
 زمجوري برآمد جان عالم - ترجم ياشي الله ترجم
 في آخر حجة للعالمين - زمجوریاں چراغان نشینی (زینا)
 وقال مولانا شاه عبد العزیز محدث دہلوی فی تفسیر
 عزیزی پاره عمر سورة والضی
 يا صاحب الجمال ويا سيد البشر
 من وجهك المنير لقد نور القمر
 لا يمكن الشاء كما كان حق
 بعد از خدای بزرگ توئی قصه مختصر
 وايضا قال رئيس المتألفين مولوي اشرف علي التهانوي

قعيۃ نعمان میں کہ اے سرداروں کے سردار آیا ہوں ترے پاس قاصدا - امید رکھتا ہوں
 تیری رضا جوئی کی اور حمایت کے ساتھ حمایت اپنی کی -
 اور اسی طرح کہا امام ابو صیری نے قعيۃ برودہ میں - اے مہربان اخلاق والے آپ کے سوا میرا
 کوئی نہیں مصیبتوں کے وقت جسکی پناہ لوں -
 اور اسی طرح کہا مولانا جامی نے جو شرح جامی کے مصنف ہیں زینا میں
 خدا سے عالم کی جان نکل رہی ہے یا رسول اللہ رحم فرما یہ کیا آپ رحمة للعالمین نہیں ہیں پھر
 ہم مجوروں سے کیوں ناراض ہو بیٹھے -
 اور کہا مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی نے تفسیر عزیزی میں
 اے صاحب جمال والے اور اے بشر کے سردار آپ کے چہرہ مبارک سے چاند منور ہے ہمیں ممکن
 تعریف بھاری جیسا کہ حق ہے فقیر بھی ہے کہ خدا کے بعد آپ کی ذات بزرگ ہے
 اور اسی طرح کہا خالفین مولوی اشرف علی تھانوی نے

یا شفیح العباد خذ بیدی أنت فی الاضطرار معتدی
 نشر الطیب مطبوعہ تاج کینی ص ۱۹۲ حوالہ نمبر ۷۳ تاج
 فتویٰ درجواز التوسل بالانبیاء والاولیاء عند الوفا
 عندنا وعند مشائخنا يجوز التوسل فی الدعاء من الانبیاء
 والاولیاء والشهداء والصالحین عند حیاتهم وعند
 بعد وفاتهم بهذا اللفظ اللهم لیصل بوسیلة فلان
 ویقول کلهذه الكلمات شیخ مولوی محمد اسحاق محدث دہلوی ثم
 الکریمی وفتاویٰ رشیدیہ جلد اول ص ۹۳
 اللهم انصرنا علیهم بالنبی المبعوث فی آخر الزمان یجذل
 صفته فی التوراة وھذه الکلام لیفتحون الیھود الوسیلة
 بحیاء النبی الکریمی كما فی معالم التنزیل والحاظین و
 تفسیر الکبیر وتفسیر مظهری لقاضی ثناء اللہ پانی ج ۱ ص ۱۹۴
 وتفسیر جمیع المجلدات ص ۷۷ مطبوعہ مصر
 وعن انس بن مالک ان عمر بن الخطاب انالنا توسل
 الیہ نبیا علیہ السلام فاستقینا وانا توسل الیہ بعمر النبی

اے شفاعت کرنے والے یہودیوں کے میرا ماتھے پر لپیٹے اس لیے کہ تو میرا آپ پر اے محبوبے معائنہ میں
 فتویٰ جواز توسل میں انبیاء و اولیاء کیساتھ و نابیکے نزدیک۔ ہم اور ہمارے علماء توسل کو
 دعاؤں میں جائز سمجھتے ہیں اولیاء انبیاء و شہداء اور صالحین کا اُٹلی حیات میں اور
 بعد وفات میں ان الفاظ سے لے اللہ تجھ سے سوال کرتا ہوں بحق فلاں کے اور اس جیسے اور
 کلمات کہتے۔

اے اللہ مددگار ہمارا نبی سے جو مبعوث ہو گئے آخر زمانہ میں نعت اُٹلی تم توراہ میں پائی
 اس کلام سے یہود و سید کہتے تھے ساتھ بزرگی نبی علیہ السلام کے جیسا کہ معالم التنزیل اور غلزن
 میں اور تفسیر کبیر میں

اور روایت ہے انس بن مالک سے کہ عمر بن الخطاب ہم توسل کرتے تھے تیری طرف
 نبی علیہ السلام سے پس تو ہم پر ہمارے بڑا دینا تھا اور اب ہم توسل کرتے ہیں تیری طرف
 نبی علیہ السلام سے

فاسقنا قال فيسقون رواه البخاري ص ۳۷۱ والمشكوة في
باب صلوة الاستسقاء -

عن عمر بن الخطاب قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
لما اعترف ابي مر عليه السلام بالخطيئة قال يا رب اسئلك
بحق محمد لما اغفرت لي فقال الله يا آدم كيف عرفت هذا
الا فقال الله تعالى اذ سئلتني بحقه فقد غفرت لك ولولا
محمد ما خلقتك - شفاء السقام ص ۱۹۲، ۱۹۱

وقال مشاكلا عبد العزيز محدث الويلوي - انا لم يرد
جامع الشتاتة اذ اما سطا جوار الزمان ينكيتة وان كنت
في ضيق وكرب ووحشة فناد بيا زروق ات لبسرة
استان الحد ثين ص ۳۵ وار دو ص ۲۰۶

ومن انكر التوسل به بلحد هذين المعنيين فهو كافر مرتد
ليستاب فان تاب والا قتل مرتدا - التوسل والوسيلة ص ۱۱۱ بيروت
واما دما زكا وشفاعته وانتفاع المسلمين بذلك فمن انكره
فهو ايضا كافر التوسل والوسيلة ص ۱۱۱ مطبوعه بيروت لبنان

پس برسائهم پر پس برسی بارش -
روایت ہے عمر بن الخطاب سے کہ فرمایا رسول اللہ نے جب سرزد ہوئی خطا آدم علیہ السلام سے کہ
اے رب سوال کرتا ہوں تجھ سے بوسیلہ تیرے مجتہد سے تھے پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے آدم یہ
جانتے تھے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو الا اللہ تعالیٰ نے فرمایا جب تو مجھ سے تیرے کسی وسیلے سے مانگتا ہے
تو میں تجھے بخش دیا -

اور کہا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے میں اپنے مرید کا اس کی پرائیڈوں میں جامع ہوئی
جبکہ جو زمانہ سمیٹو گئے ساتھ اس پر حملہ کرے گا اگر تو شکستی اور شکستی میں ہو تو یار زروق
کہہ کر تجھے لگا میں جلدی آؤں گا

اور جس انکار کیا توسل کا ان معنی سے پس وہ کافر مرتد ہے تو بے گروہ ورنہ قتل ہو گھر

اور وہ جو دعوے اور شفاعت ہے آپ کی اور نفع پہنچانا مسلمانوں کو آپ کے ساتھ پس جریح
انکار کیا اس سے پس وہ اسی طرح کافر ہے -

استفتاء

اخذ الاجرة بلا شرط على تعليم القرآن جائز ام لا
بينوا وتوجروا ؟

الجواب بعون الملك الوهاب

اخذ الاجرة بلا شرط على تعليم القرآن جائز في زماننا
كما في كتب الفقهاء - والمفتي اليوم بصحة الان المنع في
ذلك الزمان لرغبة الناس في التعليم وحسبته ومروءة
المعلمين في مجازات الاحسان بالا متحسان بلا شرط
في زماننا - شرح الياس المجلد الثالث ص ۴۲۳

وبعض مشائخنا استحسنوا الاستمرار على تعليم القرآن اليوم
لانهم ظهروا التواني في الامور الدينية ففي الامتناع يضيعة
القرآن وعليه الفتوى - بداية جلد الثالث ص ۳۰۲

وتلك في البريقة شرح الطريقة المحمدية ان المرء يمكن عقد ولا
شرط فقره الروح الميت رضا الله تعالى فاعطاه قروب
الميت شيئا من المال فجائز - البريقة ص

وتجوز الاستمرار على القروة والدعاء عادي الفتاوى ص ۱۲۷ مطبوع

فتوى

أجرت بلا شرط تعليم قرآن پر لینا جائز ہے یا نہیں بینوا وتوجروا ؟

جواب

أجرت بلا شرط تعليم قرآن پر لینا اس زمانہ میں جائز ہے جیسا کہ کتب فقہاء میں
اور فتویٰ اسکے مجمع ہونے پر ہے اس لیے کہ منع اس زمانہ میں واسطی رغبت لوگوں
کے تعلیم میں از روئے حبت اور کسان متعلمین کیلئے بارگاہ احسان بالا احسان
بعزیر شرط کے جائز ہے۔

اور علماء ہمارے مستحسن جانا اجرت تعلیم قرآن پر آج کل اس لیے کہ ظاہر
ہو اپانا امور دینیہ میں پس اسکے منع کرنے سے ضلح ہوتا ہے حفاظت قرآن کی
امداسی پر فتویٰ ہے۔

اور کہ بار لبقہ شرح طریقہ محمدیہ میں جب کہ ہو عقد اور شرط پس پڑھا جائے
میت کی روح کیلئے امر کی رضا کی خاطر پس و قروب میت سے شئی مال ہے
پس جائز ہے۔

اور جائز ہے اجرت قومت اور دعا پر۔

وہ مجوز الاستیجار علی تعلیم القرآن وقرءۃ القرآن عند القبر
عالمگیری تعلیم اللغة والادب ص ۲۷۲ جلد خامس۔
فتحت ابن الاستیجار علی تعلیم القرآن جائز فی زمانہ کما اختاره
علماء المتأخرین۔

مفتی اعظم سرحد علامہ شائستہ گل صاحب المتوی و مولانا عبد السمحان قادری
و مولانا عالم قادری بہو ایچ الجیب المصیب محمد یعقوب قادری
الغیب العطائی للنبی علیہ السلام

تعریف ما غاب عن العباد
اثبات بالآیات۔ قولہ تعالیٰ فلا یظہر علی غیبہ احد الا
من ارتضیٰ من رسول پ ۲۹ الجن

وما ہو علی الغیب بضیق ای ما ہو الخیل علی الغیب
فان اللہ لا یخفی الغیب علی النبی علیہ السلام بل یظاہر
علیہ جمیع المخبیات

فان قلت النبی علیہ السلام لیس العالم بغیب لقولہ تعالیٰ
و عندہ مفاتیح الغیب لا یعلم الا هو۔ قل لا یعلم الغیب الا اللہ

اور جائز ہے اجرت تعلیم قرآن پر اور پڑھنا قرآن کا قبر کے نزدیک
بیس ثابت ہو کہ اجرت تعلیم قرآن پر ہمارے زمانہ میں جائز ہے جیسا کہ علماء متاخرین
نے ہمارے کیا ہے۔

غیب عطائی للنبی علیہ السلام

تعریف جو غائب ہوا آدمیوں سے
یہ قول رب تعالیٰ کا پس ہمیں ظاہر کرتا ہو غیب کو کسی پر مگر جس رسول پر رافعی
ہو جائے۔

اور ہمیں وہ غیب بتانے میں بخیل پس اللہ تعالیٰ ہمیں پوشیدہ کرتا غیب کو
بلکہ ظاہر کرتا ہے تمام مغیبات کو آپ پر

پس اگر کہے کہ نبی علیہ السلام عالم الغیب ہیں واسطے قول رب تعالیٰ کہ اور اسکے ہاں
غیب کی کنجیاں ہیں ہمیں چاہتا کہ اسے مگر وہی۔ زیادہ ہیں چاہتا کہ غیب

ان الله عند علم الساعة وينزل الغيث ويعلم ما في الارحام وما تدرى
نفس ما تكسب عند او ما تدرى نفس لى ارض تموت ان الله عليم خبير
قلنا

يعطى الغيب للنبي عيسى السلام كما قال الله تعالى ذلك من
انباء الغيب نوحيه اليك وقال قاضى عياض فى النبوة فى لختة من
همز ما تحوكة من النبيا وهو الخبر والمعنى ان الله تعالى اطلع على غيبهم
شفا شريف المجلد الاول ص ۱۳۱

وقال الله تعالى وما كان الله ليطلعكم على الغيب ولكن الله يجتبي
من رسله من يشاء فاما ابا الله ورسوله وان تؤمنوا وتتقوا فلكم اجر
عظيم - وقال الشاعر - توذنا ما كان وما يكون به

مگر بے خبر بے خبر ویکہے زمین -

ایما رسول الله ان الله يعطى لك الغيب ولكن الوها بیتی لا ینظرون
الى غیب -

وقال حسین احمد الدیوبندی النبوة علم للثلاثة وعلم التقدير وعلم
اسوال الساعة وعلم الحشر والنشر وعلم الجنة والنار وعلم الحلال والحرام

سوائے اللہ کے اور اللہ کے نزدیک علم ہے قیامت کا اور نزول بارش کا اور جہا
ہے ارحام میں سب کچھ اور ہمیں جانتا کوئی کس زمین پر مرے گا اللہ تعالیٰ عالم ہے بہرے
قلنا

سہ نبی علیہ السلام کو علم غیب دیا گیا ہے جیسے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے یہ غیب کی خبریں ہیں
ہم نے آپ کی طرف وحی کی اور کہا قاضی عیاض نے پس نبوت لغت میں ہر
ماخوذ سے نبیا اور خبر ہے اور معنی ایوں ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے مطلع کیا آپ پر غیب کو
اور یہ قول رب تعالیٰ کا اور ہمیں رب تعالیٰ نے اطلاع دے تم کو غیب پر و لیکن اللہ جس رسول کو
چسے پس ایمان لاؤ اللہ پر اور اسکے رسول پر اور تم ایمان لائے اور دے پس تمہارا جائز
اجر عظیم ہے

شعر کا مطلب - ایسی یا رسول اللہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم غیب عطا فرمایا و لیکن وہاں
آپ غیب کو نہیں دیکھتے -

اور کہ حسین احمد دہلوی نے نبوت کبھی ملا اللہ کا علم تقدیر کا علم اور قیامت کا
علم حشر و نشر کا علم جنت و دوزخ کا علم حلال و حرام کا علم -

الشہاب الثاقب ص ۱۱۱
عن استوعب عبد البنی صلی اللہ علیہ وسلم او اہانتہ فقد کفر کہا فی خلاصۃ الفاوی
فی بیان الفاظ و کلمۃ الکفر -
والوہابیہ یقولون واما الغیب للنبی علیہ السلام مفعالم علیہ زید و عمر
العیاض باللہ -

علم ما فی الاحرام للنبی علیہ السلام
اخرج الخطیب و ابو نعیم فی الدلائل عن ابن عباس قل حدثنی اوالفضل
قال مررت بالنبی علیہ السلام فقال انک حامل بخلہ مر الی طبرانی فی الکبیر
وقال السیوطی مستدرک حسن صحیح کما فی جامع الکبیر -

علم ما فی ارض تموت
وفی صحیح مسلم عن انس بن مالک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الناس
لا یلقوا حتی تزولوا ہذا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہذا مصرع
فلان ویضہ ید کا علی الارض ہہنا و ہہنا فقل فما ما ط (ای ما زال) و
ما تجاور احدہم عن موضع ید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفی حدیثہ
عن امیر المؤمنین عمر و الذی بعثہ بالحق ما اخطوا الحدود التي حد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
رواہ مسلم

جس نے بنی علیہ السلام کی عیب جوئی کی اور اہانت کی پس تحقیق وہ کافر ہے کما فی خلاصۃ الفاوی
بیان الفاظ و کلمۃ الکفر میں ہے -
اور وہ کہہ سکتے ہیں کہ عیب بنی علیہ السلام جیسا زید و عمر کہتے ہیں صحیح ہے - نحو فی اللہ

ما فی الاحرام کا علم
کہا خطیب نے اور ابو نعیم نے و دلائل کے اندر روایت ہے ابن عباس کہنا کہ بتایا مجھے ام الفضل
کہ تم جاکر بنی علیہ السلام پر پس فرمایا آپ نے بیشک تو حامل بخلہ ہے و کہے پر

علم کہ کونسی جگہ مرے گا
اور صحیح مسلم میں روایت ہے انس بن مالک

یہاں تک کہ پہنچے بعد کو پس فرمایا بنی علیہ السلام نے کہ یہ فلان کی جگہ ہے
اور ساتھ رکھا اپنا زمین پر جبہ جبہ پورا وہی کہتے ہیں کہ ہمیں ہولی تبدیل جگہ کسی کی جہاں
آیت نے منع رکھا تھا اور ایک حدیث میں روایت ہے امیر المؤمنین عمر نے کہ قسم ہے جس نے
یہاں آیت کو جھٹلایا ہستی خطا ہوتی حدیں وہ جو حد رکھتی تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

علم وینزل الغيث

اخرج البيهقي عن ابن عباس قال اصابتنا محابة فخرج علينا النبي فقال ان ملكا مؤملا بالسحاب دخل علي انفا فسلم علي واخبرني ان يسوق السماء الي واجي بالين يقال له ضريح فجاء نار الكلب بعد ذلك فسالنا عن السحابة فاخبرناهم وطروا في ذلك اليوم قال البيهقي وذكر شاهد مرسل عن بكر بن عبد الله المزني ان النبي عليه السلام را خبر ناعن مالك السحاب انه يجيئ من بلد كذا او انهم مطروا اليوم كذا او انه من الله عليه وسلم - الدولة المكية -

علم وما تدرى نفس ما في اتكسب علما

وفي الصحيحين عن سهل بن سعد في حديث خبير قوله صلى الله عليه وسلم لا عطين هذه الرواية عند ارجل يفتح الله على يد يدي محمد رسول الله وحيه الله ورسوله فاعطاها عليا فثبت انه عليه السلام ثم ان يقول موكدا باللام والنون فقد علم - الدولة المكية - لاهم رضا خاتون بريلوس

علم بارشے کا

روایت کی ابن عباس سے یہ سنی ہے کہ پہنچا میں بادل پس نقطہ ہم پر جس علیہ السلام پس بٹا بادل کا فرشتہ میرا پاس آیا اور مجھ پر سلام کیا اور مجھے بتایا کہ بارش ہوگی وادعی ہمیں میں مجھے فرستے کہتے ہیں میں آیا ایک مسافر سوار اس کے بعد میں ام نے بادل کا پوچھا پس بتایا کہ یہ بارش ہے اس دن میں نقطہ بھیجی گا اُس واسطے شاہد مرسل تھا - روایت ہے بکر بن عبد اللہ المزنی کہ تحقیق بن علیہ السلام نے ہم کو بتایا بادل کے فرشتے کہ یہ آئے فدان شہر کو اور اس دن بارش کریجے

علم کہ صبح کوئی کیا کرے گا

اور صحیحین میں ہے روایت سهل بن سعد سے حدیث خیر میں کہ یہ قول آپ کا کہ البتہ ضرور دوں گا یہ جعہ اُٹھ اُس آدمی کو جس کا تمھارا اللہ فتح دے گا جسے فیوب رکھتا ہے اللہ اور رسول اُس کا اور وہ محبت رکھتا ہے اللہ ورسول کے ساتھ پس دیا وہ جعہ اعلیٰ کو ہر ثابت ہو اُٹھ اللہ ورسول کے ساتھ لام اور فون تاکید کے ساتھ پس تحقیق اُن کو علم تھا۔

قول غوث اعظم رضى الله تعالى عنه
وقد ذكره شاه عبد العزيز محدث الدہلوی فی تفسیر فتح العزیز
والاطلاع علی اللوح المحفوظ بمطالعة النقوش ایضاً منقول
عن بعض الاولیاء واللہ تعالیٰ۔ کما قال سیدنا غوث اعظم
عینی فی اللوح المحفوظ قال الامام القسطلانی فی ارشاد الساری
شرح بخاری ولا یعلم متی تقوم الساعة احدا الا اللہ والا
من ارتضى من رسول فانه یطلعہ علی ما یشاء من غیبہ
والوفا تابع لہ یاخذ عنہ۔

وقال العلامة حسن بن المداہنی فی حاشیة فتح المبین و
فی شروح الاربعین للنووی، جمیع اللہ تعالیٰ لہ یقبض روح
نبیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام حتی اطلعہ علی کل ما ابھم عنہ
الا انہ امر بکتم بعض والا علیہ مر بعض۔ انشہ
وقال ابن اہیمہ یجوز فی شرح قصیدۃ البرجۃ۔ انہ لہ
یخرج النبی علیہ السلام من الدنیا الا بعد ان علمہ اللہ
تعالیٰ بہ الحد الا مور (اعنی النفس)

الارشاد غوث اعظم کما

اور تحقیق ذکر کیا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی نے تفسیر فتح العزیز میں کہ اطلاع لوح محفوظ
پر بظاہر نقوش کے اسی طرح منقول ہے بعض اولیاء اللہ تعالیٰ سے جیسا کہ فرمایا سیدنا غوث
اعظم نے میری آنکھیں لوح محفوظ پر ہیں امام قسطلانی نے بخاری کی شرح ارشاد الساری میں
اور بہتر جگہ کو کہ کب قیامت قائم ہوگی سوائے اللہ کے مگر جس رسول پر اللہ راضی ہو جائے
پس وہ مطلع کرتا ہے اسے جس پر چاہے غیب سے اور ولی تابع ہے نبی کو اس سے لیتا ہے۔
اور کیا علامہ حسن بن المداہنی نے حاشیہ فتح المبین اور شروح الاربعین نووی میں اجماع ہے کہ
کہ اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ السلام کی روح قبض نہیں کی حتیٰ کہ مطلع کیا آپ کو تمام پر اس سے
مگر کہ آپ مامور ہیں پر شہید کرنے پر اسے بعض پر اور بتانے بعض پر

اور کیا ابن اہیمہ یجوز فی شرح قصیدۃ البرجۃ میں کہ نبی علیہ السلام نہیں گئے دنیائے مریخ کی علم
دیہ آپ کو امور خمسہ کا۔

شفاعة النبي عليه السلام للمؤمنين

ثبت بنص قطعي لا ريب فيه لقوله تعالى : يومئذ لا تنفع الشفاعة الا من اذن له الرحمن ورضي له قولا

سورة طه

وفي هذه عقيدة الوهابية ايضا فيه ليس احد بشافع من النبي والولي ومن اعتقد انهما شفيع هو مشرك كالبو جمل تقوية الايمان

ثم قلنا قوله تعالى ولا تنفع الشفاعة عند الله الا لمن اذن له سره ساء وقوله تعالى ما من شفيع الا من بعد اذنه سورة يونس

واما السنة فاروى عن عثمان يشفع يوم القيمة ثلاثة الانبياء ثم العلماء ثم الشهداء - جامع صغير ص ۲۷۷

شفاعتی لأهل الذنوب من امتی مشوة ص ۲۷۸

ثبت ان الانبياء والاولياء شفيع للمؤمنين يوم القيمة ومن انكر من الشفاعة كما الوهابية فالنبي لا يشفع له والوهابية حرم عليهم الشفاعة كما في فتح الباري من حذب بالشفاعة فلا نصيب فيها

ص ۱۸ ص ۱۹

شافع بونا بنی علیه السلام کامؤمنوں کیلئے۔

شفاعت بنص قطعی سے ثابت ہے ہمیں کوئی شک نہیں واسطے قول رب تعالیٰ اُس دن نفع ندی کی شفاعت ملے کہ جسے اذن دے رب تعالیٰ اور راضی ہو اس پر اور اس جگہ میں وہابیہ کا عقیدہ ہے کہ کوئی نبی ولی شفاعت نہیں کر سکتا اور جس اُن کو شفیع اعتقاد کیا وہ ابو جمل جیسا مشرک ہے

ابو ہم کہتے ہیں کہ فرمان رب تعالیٰ کا اور اسکے نزدیک شفاعت نفع نہیں دیتی مگر مجھے حکم دے اور یہ قول رب تعالیٰ کا کوئی شفیع نہیں مگر اس کے حکم کے بعد

اور حریت پس جو روایت ہے عثمان سے شفاعت کرینگے قیامت کے دن تین انبیاء علماء وشہداء۔

میری شفاعت بڑے بہنکاران امت کیلئے۔

وقال الا ما مالا عظم شفاعته الا بنياء حق و
 شفاعته بنيا عليه الصلوة والسلام من المؤمنين
 الذين ولاهل الكبار منهم المستوجبين للعقاب
 حق ثابت يشرح عقائد ص ۸۷ وفقہ اکبر ص ۳
 وانكار شفاعت بدعت وضلالت است چنانکہ خوارج و بعض
 معتزله ہر اس رفتند۔ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ جلد الرابع ص ۳۴
 و شفاعت الاولیاء ایضا ثابت باحادیث کثیرہ
 فمن الاول۔ عن ابن عباس قال انبی علیہ الصلوٰۃ
 والسلام مسکون فی امتی رجل یقال له اولیس بن عبد اللہ
 القرظی وان شفاعتہ فی امتی مثل ربیعۃ و هو جامع المیزر ص ۳
 فان قلت الولی لیس بشافح یوم القیۃ
 قلنا

الولی تابع للنبی فکیف شفاعۃ الاولیاء لا یتشفع للذینین
 لما ذکرنا۔ والولی کان عالما۔ ان کان الولی لیس بعالم
 فهو لیس بولی۔

والاعتقاد ان شفاعتہ بنیا صلی اللہ علیہ وسلم و جمیع الانبیاء
 والصالحین حق ولكن بعد اذن اللہ الشافح
 قواعد الرابع ص ۸۱ مطبوعہ بیروت

پس ثابت ہوا کہ انبیاء اولیاء و شافع ہونگے مؤمنین کیلئے قیامت کے دن۔ اور جسے انکار
 کیا شفاعت سے جیسے و نامیہ کے پس بنی علیہ السلام اُس کیلئے شفاعت نہیں کریں گے۔ اور وہابیہ
 شفاعت حرام ہے جیسا کہ فتح الباری میں ہے جس نے شفاعت کو قبول کیا اُس کیلئے اُس میں کوئی
 حصہ نہیں۔

اور کہا امام اعظم نے شفاعت انبیاء کی حق ہے اور شفاعت بنی علیہ السلام کی مؤمنین کیلئے
 صحیح اور بڑوں کیلئے جو مستوجب ہیں عذاب کی حق ہے ثابت ہے۔
 اور انکار شفاعت بدعت و کفر ایسی ہے جیسا کہ خوارج و معتزلہ کا عقیدہ ہے۔

اور شفاعت اولیاء اللہ کی بھی احادیث کثیرہ سے ثابت ہے۔ روایت ہے ابن عباس
 سے کہ فرمایا بنی علیہ السلام نے عنقریب میری امت میں ایک آدمی بن عبد اللہ قرظی
 نامی شخص ہوگا۔

اور اُسکی شفاعت میری امت میں مثل ربیعہ و مضر کی ہوگی۔

اگر تو کہے کہ دل دن قیامت کے شافع نہیں ہو سکتا

قلنا

ولی تابع ہوئے نبی کے پس کیونکر اولیاء کی شفاعت انہما مؤمنین کو نہ ہوگی جیسے ہم
 و مکر کیا ہے اور ولی ہوئے عالم۔ اگر وہی عالم نہ ہو تو وہ ولی ہی نہیں۔

اور ہمارا عقیدہ ہے کہ شفاعت بنی علیہ السلام کی اور تمام انبیاء کی حق ہے۔ لیکن
 اللہ کے اذن کے بعد۔

ایصال الثواب للاموات

ہی ثابت بدلیل قطعی وقد تواترت به الاخبار ان كان
بالدعاء والتمال

قوله تعالى وصل عليهم ان صلواتك مسكن لهم التوبة
واستغفر لذنوبك وللمؤمنين والمؤمنات سورة نور

والملائكة يستجيبون بحمدهم ويستغفرون لمن في الارض

واما السنة فاروى عن النبي صلى الله عليه وسلم عن جابر

قال شهد مع رسول الله الا محض في الصلوة فلما قضي خطبة نزل

من منبره واتى بكبش فدبحه رسول الله بيده وقال بسم الله

الله اكبر هذا اعني وعن لم يضح من امتي رواه ابو داود والبيهقي

عن ابى هريرة اذا مات الانسان القطة عمله الا من ثلث صدقة

جارية او علم ينفقه به او ولد صالح يدعوا له جامع المغيرة

وقد دعاه الاحياء للاموات وصدقتهم عنهم نفعهم خلافا

للمعتزلة شرح عقائد نسق ص ۳۳ المطاوى ص ۱۳۱ شرح القارى للفقير

دفع القدر الاول ص ۱۰۰

مردوں کیلئے ایصال ثواب

ثابت ہے بدلیل قطعی ہے اور اس پر احادیث بھی دلالت کرتی ہیں اگرچہ ہر
سابقہ حال کے اور دعا کے۔

یہ قول رب تعالیٰ کا اور دعا بھی جو ان پر تحقیق آپ کی دعا ان کیلئے تسکین ہے۔

اور بخشش مانگیں آپ گنہگار مسکینوں اور مؤمنات کیلئے

اور ملنگہ تسبیح کرتے ہیں ساتھ حمد اپنی رب کے اور زمین والوں کیلئے بخشش مانگتے ہیں۔

اور حدیث جو ہے بنی علیہ السلام کی روایت ہے جابر سے کہا کہ حاضر تھے ہم ساتھ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عید الفطر میں عید گاہ میں جب آپ خطبہ پڑھ کر نزلے

پہنچے منبر سے لایا گیا ایک گوسفند پس ذبح کیا اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

اور کہا بسم اللہ اللہ اکبر یہ میری قربانی اور جو میری امت سے نہیں کر سکا اس کیلئے

سے ہے۔

روایت ہے ابو ہریرہ سے جس وقت فوت ہوا انسان منقطع ہوا اس کے عمل اس کے سرگن کے

صدقہ جاریہ۔ اور علم کہ نفع حاصل کرے اس سے یا بچہ صالح کہ دعا کرے اس کیلئے۔

اور دعا کرنا زندوں کا اور صدقہ دینا مردوں کیلئے نفع ہے ان کے لیے خلاف ثابت

ہے معتزکہ کیلئے۔

اور شرح بخاری میں ہے کہ صدقہ نافعہ مٹانے والا ہے بہت گناہوں کو جو داخل کرتے ہیں

حور شرح میں۔

آؤ کیا اگر غلام تو ثواب میت کو ہوگا اور اسی طرح صدقات اور دعوات مان

وفي شرح البخاري القسطلاني - الصدقة النافلة مماحة لكثير
من الذنوب المدخلة النار كتاب العلم ص ١٩٠ فتح القدير ص ٣٠٢
اعتق عبدة عن أبيه قال أجور للميت ان شاء الله تعالى و
خذ الصدقات والدعوات لا بويبه وكل مؤمن يكون
الاجور لهم من غير ان ينقص من اجور الا بن شني عن الصحيح
من مذهب جمهور العلماء - در مختار - شامى ص ٢٩
وليست يجب ان يتصدق على الميت بعد الدفن الى سبعة ايام
كل يوم بشئ ما تيسر طحاوى كتاب الجنائز ص ٣٢٣ اشعة اللغات ص ٢٣٣
برهنة ١ ص ٣٢٣ شامى جنائز ص ٢٣٠ فتح القدير ص ٣٢٥ كبيرى ص ٤٥١
الخيافة فنوع عند اهل الميت

وقال بعض الجاهل من الوهابية ان الطعام مكروه عند اهل الميت
الى ثلاثة ايام ؟ قلنا

صرح الفقهاء ان الطعام مكروه عند اهل الميت هو الخيافة كما
في خلاصة الفتاوى - لا يباح اتخاذ الخيافة عند ثلاثة ايام
فدا ص ٢٣٥ الفتاوى جلد ثاني ص ٥٣٥ تنار خايفه والتهدي جلد اول ص ٢٣٥

ويكره اتخاذ الخيافة من اهل الميت فتح القدير جلد اول ص ٣٠٢
كبرى الجنائز ص ٤٥٤ و شامى ص ٢٣٣ جنائز
ولجس الجاهل من الوهابية والنجيرية ان اتخاذ الطعام في
اهل الميت منعه مطلقا بدلياهم وهو الحديث روى عن جرير
بن عبد الله قال كنا نعد وفي رواية ترى الاجتماع الى اهل الميت
وصنعهم الطعام من النباحة رواه احمد وكبرى ص ٤٥٤

قلنا

ان الفقهاء ارحمهم الله تعالى صرح ان هذا الحديث في حق الخيافة
قط - ويكره اتخاذ الخيافة من اهل الميت لانه شرع في السور
لا في الحزن وقالوا حتى بدلة مستقيمة لما روى امام احمد عن
جرير بن عبد الله الدوسي كبرى ص ٤٥٤ و شامى جلد اول ص ٢٣٣

فثبت جواز اصال الثواب فيايرها الوهابية كلوا باسم الله لان
اصال الثواب سنة رسول الله صلى الله عليه وسلم

عامة القادري غلام از غلامان مصطفى وعبد المصطفى ١٩٧٦
دار العلوم قادريه سبحانيه و زرگ كالوني ص ٥٥ كراچي ٢٥٥

فہرر العقائد الصحیحة

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱	خطبۃ الکتاب	۳۷	مسئلۃ البشریت علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
۲	و بیان کتاب نماز	۵۰	نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت
۳	خطبۃ الامام الغزالی	۵۱	مسئلۃ التعظیم لغير الله تعالى
۴	امام غزالی رحمہ اللہ کا مکتوب	۵۲	غیر اللہ کی تعظیم
۵	التزمیہ لہ تعالیٰ	۵۳	مسئلۃ سماع الحق
۶	خدا تعالیٰ کے مقدس کاموں	۵۴	مردوں کا شہنا
۷	الحیوۃ و القدرۃ لہ تعالیٰ	۵۵	مسئلۃ التوسل عند الله تعالى
۸	نماز کی زندگی اور موت کا بیان	۵۶	بارگاہ الہی میں وسیعہ
۹	العلم	۵۷	مسئلۃ نداء الغائب
۱۰	خدا کے علم اور خدا کے مسمیات کا بیان	۵۸	غائب کو دعا
۱۱	الارادۃ و الجمع والبصر	۵۹	مسئلۃ خیرایۃ قبور الصالحاء
۱۲	خدا کے ارادوں و قوت شہادتی اور بیانی کا بیان	۶۰	صالحین کے مقبروں کی زیارت
۱۳	الاعمال	۶۱	مسئلۃ الشفاعۃ للنبی صلی اللہ علیہ وسلم
۱۴	خدا کے کام کا بیان	۶۲	نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا شفاعت کرنا
۱۵	الاعمال	۶۳	مسئلۃ امر بالمعروف والنہی عن المنکر
۱۶	الاعمال خداوندی کا بیان	۶۴	مذہبات اولیاء اللہ پر
۱۷	الکلمۃ الثانیہ	۶۵	مسئلۃ تصویب علیہ الصلوۃ والسلام
۱۸	دوسری فصل	۶۶	نماز میں حضور علیہ السلام کا خیال رکھنا
۱۹	قال المؤلف	۶۷	مسئلۃ اللقظۃ السیدہ
۲۰	مقدورہ مصنف	۶۸	نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک کی تعظیم
۲۱	افتراق الامۃ علی ثلاث وسبعین فرقۃ	۶۹	مسئلۃ اشتراک الخیر مع الله تعالى
۲۲	ملت محمدیہ کا ۳۷ فرقہ بننا	۷۰	عمر کے کسی مخلوق کو شریک کرنا
۲۳	الحقیقۃ والمجانر	۷۱	مسئلۃ احکام الکذب
۲۴	ان مجاہد میں حقیقت و ہما کا بیان	۷۲	معاذ اللہ خدا کا جھوٹ بولنا
۲۵	مسئلۃ عدم الغیب للنبی صلی اللہ علیہ وسلم	۷۳	مسئلۃ الاستہزاء
۲۶	یارسر اللہ علیہ وسلم کہ علم فی کل حال ہوتا ہے	۷۴	اولیاء اللہ سے ادا طلب کرنا
۲۷	مسئلۃ انوار الخیر لارواح الموتی	۷۵	مسئلۃ تحجۃ الاکابر
۲۸	یارسر اللہ علیہ وسلم کہ علم فی کل حال ہوتا ہے	۷۶	بحر کا نام انبیاء اولیاء سے منسوب کرنا

بیشتر الکتاب الصحیحة

الحمد لله وكفى والقول والسلام	الحمد لله وكفى والسلام على نبيناه
على نبيناه ورسوله المصطفى وعلى	والسلام على نبيناه ورسوله المصطفى وعلى
الله واهله البورۃ المتقى	والسلام على نبيناه ورسوله المصطفى وعلى
الحمد لله فيقول العبد الضعيف	والسلام على نبيناه ورسوله المصطفى وعلى
محمد حسن الفاسوق الحنفى	والسلام على نبيناه ورسوله المصطفى وعلى
الفرأيت في هذا الزمان نظراً	والسلام على نبيناه ورسوله المصطفى وعلى
كثيراً بين الحنفية والهابية	والسلام على نبيناه ورسوله المصطفى وعلى
في العقائد حتى في الإلهيات و	والسلام على نبيناه ورسوله المصطفى وعلى
الرسالة ومساكن الشريعة	والسلام على نبيناه ورسوله المصطفى وعلى
المتعلقة بالعقائد والخرافات	والسلام على نبيناه ورسوله المصطفى وعلى
التي تكذبها البعض بعضاً وافترقت	والسلام على نبيناه ورسوله المصطفى وعلى
الامة افتراقاً فاحشاً فاردت	والسلام على نبيناه ورسوله المصطفى وعلى
الظهار عقائد أهل السنة	والسلام على نبيناه ورسوله المصطفى وعلى
والجماعة في جزء من أعيان الاحتكاك	والسلام على نبيناه ورسوله المصطفى وعلى
مختصاً عن ذكر أوقافهم أئمة	والسلام على نبيناه ورسوله المصطفى وعلى
بفضلهم المشرور راجعاً لحفظ	والسلام على نبيناه ورسوله المصطفى وعلى
حقائق المسلمين من التزييف والزل	والسلام على نبيناه ورسوله المصطفى وعلى
أصل الله يفتح به عبادة	والسلام على نبيناه ورسوله المصطفى وعلى
فما من عظم ما يشاء	والسلام على نبيناه ورسوله المصطفى وعلى
قد يروى بألحاحية	والسلام على نبيناه ورسوله المصطفى وعلى
جد يروى وليعلم في ما	والسلام على نبيناه ورسوله المصطفى وعلى
استدل في هذه السلسلة	والسلام على نبيناه ورسوله المصطفى وعلى
بالأحاديث الشريفة و	والسلام على نبيناه ورسوله المصطفى وعلى

اقوال الاثمة والعلماء الاقليل
 توقفاً لما هم من السنة عن
 شتر السنة من الشريعة فانهم
 ان لم يوافق حديث معتقد انهم
 قالوا هذا ضعيف او موضوع
 وان استدلل بذلك الحديث
 اكا بر لا لا كالغزالي والتبليغي
 واما صاحب الحريين والتبليغي
 عبد الحق الدهلوي
 والتبليغي على القائلين واما
 في كتبهم وان لم يوافق مذهبهم
 قول الاثمة واکابر الذين هم
 لقد حسمت وسميت فالي الله التوفيق
 فاستمك غالباً في توحيد
 باطيلهم بالآيات القرآنية
 التي لا يأتية الباطل من بين
 يديه ولا من خلفه تافيل من
 حكيم حميد ومعد ذلك الاعلى
 الاختلاف في محل الاختلاف وما
 اعتر على باطل وسميت الرسالة
 بالاعتماد الصحيح كما قد ما ذكره
 الامام محمد الاسلام محمد الغزالي
 رحمه الله في باب التوحيد
 والاعتماد والتسالة

اقوال ائمة من اهل احوال علماء مسلم
 مگر قدر ضرورت پیش کرتا جاؤں گا۔ مگر ان کی
 قابل قد قیاسات شرعیہ مخالفین کی بنا پر
 سے محفوظ رہیں کیوں کہ ان کی عادت
 ہے کہ کوئی حدیث جب ان کے خیال کے
 مطابق نہ ہو تو کہہ دیا کرتے ہیں کہ وہ ضعیف
 ہے یا موضوع ہے اگرچہ اکابر اسلام
 نے اس حدیث کو استدلال کے موقع پر
 پیش کیا ہو چنانچہ جناب عالم غزالی رحمہ اللہ
 عبد الحق محدث دہلوی اور محدث طاعنی قاضی
 وغیرہم ایسے استدلال پیش کر چکے ہیں
 اور مخالفین حسب عادت ائمہ دین اور اکابر
 اسلام کے ایسے استدلال جب دیکھتے ہیں تو
 ان کے حق میں گستاخی کرنا شروع کر دیتے ہیں
 خدا ہی ان کو سنبھالے۔ اس لئے میں عرضاں
 موقع پر قرآنی آیات ہی پیش کروں گا جس کی
 مخالفت اور اعتراض سے نہیں ہو سکتی کیونکہ
 وہ خدا کے حکیم و حمید کا کلام ہے۔ علاوہ
 موضع اختلاف میں انصاف سے فیصلہ کروں گا
 اور قول باطل پر قدم نہ جماؤں گا۔ اس کے بعد
 اس رسالہ کا نام میں نے العقائد العقیقة
 رکھا ہے۔ اب سب سے پہلے میں وہ مضمون
 لفظ لفظ پیش کرتا ہوں جو حضرت امام محمد
 رحمہ اللہ غزالی رحمہ اللہ نے تالیف الایات اور تصنیف

بلفظہ من کتابہ قواعد العقائد
 قائم فی غایۃ الجودۃ فقال رحمۃ
 اللہ علیہ الحمد لله
 المبدء المعید الفعّال لما
 یسیر ذی العرش المجید
 والبطش الشدید الہادی صفوۃ
 العبد الی المنعم الرشید و
 المسکات السدید النعم علیہم
 بعد شهادة التوحید۔ بحر است
 عقائد ہم من ظلمات التفتیک
 والتوہید۔ المساکت بمحمد الی
 اتباع رسولہ المصطفی علیہ اللہ
 علیہ وسلم وافتقاء آثار
 الصحابة الاکرمین المکرمین
 بالتأیید والتسدید المتجلی
 لہم فی ذاتہ وافعالہ
 بمحاسن او صافہ التي
 لا یدرکھا الا من التواضع
 وهو شہید المعرف
 یا ہم انتہ فی ذاتہ واحد
 قدیم لا اقل لہ انزل
 لا بدایۃ لہ مستمر الوجود
 لا اخر لہ ابدی لا نہایۃ
 لہ قیوم ہر لا انقطاع لہ

رسالت کے متعلق اپنی کتاب قواعد العقائد
 میں بیان کیا ہے کیوں کہ وہ مضمون اس مقام
 کے لئے بہت ہی موزوں ہے۔ آپ کہتے
 ہیں کہ الحمد لله المبدء المعید
 الفعّال لما یسیر ذی العرش المجید
 والبطش الشدید الہادی صفوۃ
 العبد الی المنعم الرشید و
 المسکات السدید النعم علیہم
 بعد شهادة التوحید یعنی اس
 عقائد ہم من ظلمات التفتیک
 والتوہید۔ خدا تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ
 بندوں کو جناب رسالت کا یہ حضرت محمد
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تابعداری کے لئے
 انتخاب کر لیا ہوا ہے اور آپ کے صحابہ کرام
 رضوان اللہ علیہم کے نقش قدم پر چلنے
 کے لئے چن لیا ہے اپنی تائید اور توفیق سے
 خدا کے تعالیٰ اپنی ذات اور اپنے افعال میں
 اپنے اوصاف حق کے ذریعہ سے مجلہ کر رہے
 مگر ان صفات کو وہی دریافت کر سکتا ہے جو
 غور سے سمجھے اور خدا کو حاضر و ناظر سمجھے۔ اس
 سب سے پہلے بتایا ہے کہ وہ اپنی ذات میں گناہ
 ایسا قدیم ہے جس کی ابتدا نہیں۔ ہمیشہ موجود ہے
 جس کی آخری حد نہیں۔ ازل و ابد میں موجود ہے
 جس کی انتہا نہیں مستقل بالذات ہے کسی قسم

والسما لا انصرام له لئلا يزل
ولا يزال موصوفاً بنحو
الجلال لا يقتضي عليه بالانقضاء
والانقضاء بتقدم الابداد
والانقراض الاجال بل هو
الاول والاخر والظاهر
والباطن وهو بكل
شئ عليم۔
(التأويل) والله ليس بحسب
مصور ولا جبر محدود
ومقدّر والله لا يماثل
الاجسام في التقدير ولا في قول
الانقضاء والله ليس بجوهر
ولا تحل الجواهر ولا بحر
ولا تحل الامراض بل لا
يماثل موجود الا بما شابه
موجوب ليس بمثل شئ ولا
هو مثل شئ والله لا يحد
المقدار ولا قويمه الا قطار
ولا يحيط به الجهات ولا تنكشف
الارض عن ولا السموات والله
سواء على العرش
على الوحد
الذي قاله

وبالمعنى الذي اساده
استواءاً منزهة عن الماسة
والاستقواء والتكبر والحلول
والانتقال لا يحل العرش
بل العرش وحلته محمولون
بلطف قدرته ومقهورون
في قبضته وهو فوق العرش
والسماء وفوق كل شئ الى
نجوم الثرائ فوقية لا
تزيد شرباً الى العرش
والسماء كما لا تزيد
بعد اعن الارض والثرى
بل هو سر فيح الدرجات
من العرش والسماء كما
انه سر فيح الدرجات من
الارض والثرى وهو معدل
قريب من كل موجود
وهو اقرب الى العبد من
حبل الوريد وهو على
كل شئ شهيد ولا يماثل
قريب قرب الاجسام كما لا
يماثل ذات ذات الاجسام
والله لا يحيل في شئ ولا
يحيل فيه شئ تعالى عن ان

اوراقی کیفیت سے جو اس کے اپنے ارادے
میں ہے اس کا وہ قیام اتصال اور جو
سے بالاتر ہے۔ اور انداز اور جذب
الگ ہے۔ اس میں انتقال بھی نہیں۔
عرش اسے اٹھائے ہوئے بھی نہیں بلکہ
وہ خود اپنے عرش کو اور اس کے اٹھائے
والے فرشتوں کو اپنے دست قدرت
سے اٹھائے ہوئے ہے اور اس کے
قبضہ میں مغلوب ہیں۔ وہ عرش پر ہے
اور آسمان پر بھی بلکہ تحت الثرائ تک
ہر چیز پر فائق ہے۔ یہ فوقیت نہ اسے
آسمان اور عرش کے قریب کرتی ہے
اور نہ زمین اور تحت الثرائ سے دور لے
جاتی ہے۔ وہ عرش و آسمان سے بالاتر
مرتبت رکھتا ہے جس طرح کہ زمین اور تحت
الثرائ سے بالاتر ہے، تاہم وہ ہر چیز کے
قریب ہے اور شریک سے زیادہ اپنے
بندہ کے قریب ہے اور ہر چیز کا نگراں مال
بھی ہے کیوں کہ وہ اس طرح قریب نہیں
جس طرح کہ ہم قریب ہوتے ہیں اور اس
طرح اس کی حقیقت کسی جسمانی حقیقت
سے نہیں ملتی۔ نہ وہ کسی میں حل اور
تبدیل ہوتا ہے اور نہ کوئی چیز اس میں
حل اور تبدیل ہو سکتی ہے۔ وہ اس

یہ وہیہ مکان کما تقدس
عن ان یحدہ زمان بل کان
قبل ان خلق الزمان والمکان
وهو الآن علی ما علیہ
کان وآتہ بائن من خلقہ
بصفائہ لیس فی ذاتہ
سواء ولا فی سواہ ذاتہ
وآتہ مقدس عن التخیار
والانتقال لا تحلہ الحوادث
ولا تعزید العوارض بل
لا ینال فی نعوت جلالہ
منزہا عن الزوال وغی
صفات کمالہ مستغنیاً
عن زیادۃ الاستکمال و
آتہ فی ذاتہ معلوم الوجود
بالعقول مرئی الذات
بالابصار نعمة منہ و لطفاً
بالابصار فی دامن القرائن انما
للتعظیم بالتطوالت و کرم
الحیوة والقدرة و انہ تعالی
حی قادر جبار قاهر لا
یحتریہ قصور ولا
محذور ولا تاخذہ
سنة ولا نوم

کے ہلالا تر ہے کہ کوئی مکان اسے اپنے
اندر سمیٹ لے جس طرح کہ اس امر سے بھی
ہلالا تر ہے کہ کوئی زمانہ اسے محدود کرے
بلکہ وہ خود زمانہ اور مکان پیدا کرنے سے
پہلے موجود تھا۔ اہاب بھی اسی طرح موجود
ہے، جیسا کہ پہلے تھا۔ وہ اپنے صفات
میں اپنی مخلوق سے ترالا ہے۔ اس کی ذات
میں اس کا غیر موجود نہیں، نہ غیر میں وہ موجود
ہے۔ وہ تغیر و تبدل سے پاک ہے نہ خواہش
اس میں جاگزین ہیں اور نہ صفاتی ناپائیدار
حالات اس میں موجود ہیں بلکہ وہ اپنے
جلال میں موجود ہے اور زوال سے پاک
ہے۔ وہ اپنے صفات کا مد میں موجود ہے
کسی اور تکمیل کی اسے ضرورت نہیں
مقتل سے اس کا وجود معلوم ہو سکتا ہے
اس کی ذات بھی آئینہ سے دیکھی جا سکتی
ہے جب کہ دوسری دنیا میں اپنے نیک
بندوں پر فضل و کرم کی نگاہ کرے گا اور
اپنے مبارک چہرہ کے دیباچے ان کی
تکمیل نعمت کرے گا۔ (مذکورہ زندگی اعلیٰ ذات
کا بیان یہ ہے کہ) وہ زندہ طاقتور صاحب
قدرت، ہر چیز پر غالب، ہر شے کے دل کا
مہار ہے۔ اس میں کبھی کوئی کوتاہی نہیں
اور نہ عاجزی۔ نہ اسے غیب آتی ہے نہ اونگھ۔

لا یحاصر منہ فناء ولا موت
و آتہ ذوالملک والملكوت
والعزۃ والجبوت لہ
السلطان والقہر والخلق
والامور والسموات مطویات
بیمنہ والمخلوقات مقصورون
فی قبضتہ وآتہ المنظر
بالمخلوق والاختراع
المتوحد بالاعباد و
الامداد خلق المخلوق
واعمالہم وقدس امرنا قہم
و آجالہم لا یشذ عن
قدسہ مقدس و تر ولا
یعزب عن قدسہ
قصا ریف الامور لا
تخصی مقدسہ و تر ولا
تتناہی معلوماتہ العلی
و آتہ عالم بجمیع
المعلومات محیط
علمہ بما یجری
فی حقہ الامراضین
الاعلیٰ السموات
و آتہ عالم لا یعزب
عن علمہ مثقال

اندا سے فنا اور موت سے پالا پڑا ہے۔
وہ حکومت اور بندوبست کا مالک ہے
عزت اور قہر کا بھی مالک ہے۔ مخلوق
پر تسلط اور قلبہ اُسی کا ہے۔ وہی نسل
سے پیدا کرتا ہے اور وہی کون کھنٹے سے
پیدا کرتا ہے۔ تمام آسمان اس کے
دست قدرت کے داہنے اُتھ میں لپیٹے
ہوئے ہیں۔ تمام مخلوقات اس کے قبضہ
میں مغلوب ہے۔ صرف وہی مادہ اور مادہ
کے بغیر پیدا کر سکتا ہے۔ اپنی ایجاد و
اختراع میں یکتا ہے۔ اس نے ہی اپنی
مخلوقات کو اور اس کے اعمال کو پیدا
کیا ہے۔ اسی نے اس کی روزی اور
موت کا صبح انداز لگایا ہے۔ کوئی مخلوق
اس کی قدرت سے خارج نہیں ساری
کائنات کے تصرفات بھی اس کی
قدرت سے باہر نہیں۔ اس کی قدرتوں
کا اندازہ نہیں لگایا جاتا۔ اور نہ ہی اس
کے معلومات کی کوئی انتہا ہے۔ خدا
کے علم کا بیان یوں ہے کہ، وہ تمام
اشیا کا عالم ہے۔ اس کا علم تمام ان
چیزوں پر حاوی ہے جو زمین کے
کناروں سے لے کر اوپر کے آسمانوں
تک جاری ہیں۔ ایسا عالم ہے کہ اس کے

ذرة في الارض ولا في
السماء بل يعلم ويبين القصة
السوراء على القصص الصماء
في الليلة الظلماء ويدر لك
حركة الذرة في جو الهواء
ويعلم السر والحق ويعلم
على هو اجس الصماء و
حركات الخواطر وخصائص
السر والسر بعلمه عديم
الذرة لم يعلم موصوف في
انزال الانزال لا يعلم مقتد
حاصل في ذاته بالحلول
والانتقال - الاسرادة وانه
تعالى مرید للکائنات
مدبر للمعادنات فلا يخرج
في الملكوت قليل او
کثیر صغير او کبير
خیر او شر نفع او ضرر
ایمان او کفر عراف او
نکر فوثر او خسران و
غیر احده او نقصان طاعة
او عصیان الا بقضائه و
قدره وحکمه و مشیتہ
فما شاء کان وما لم يشاء

لو لیکن لا یخبر فی زمین و آسمان کی کوئی
لغتہ ناظر او فلتنا طیر بل
هو المبدع المعبد الفعال
لما یزید الامر حکمہ ولا معقب
لقضائه کما مہرب لعبد من
معصیۃ الابدو فیکفر ویرحمہ
ولا قوۃ علی طاعته الا بمشیئہ
وامرادہ فلو اجتمع الانس والجن
واملکة و الشیاطین علی ان
یحیر کوئی الحالہ ذرۃ ادیکو
ددن اسرادتہ و مشیتہ لبحر و
عن ذلک وان اسرادتہ
قاعۃ بذاتہ فی جملة صفاتہ
لم یزل کذلک موصوف بہا
مرید فی انزالہ لوجود الاشیاء
فی اوقانتہ النقی قدرہا
فوجدت فی اوقانتہ کما
اسرعت انزالہ من غیر تقدیم
و لا تاخیر بل وقعت علی
و فوق علمہ و اسرادتہ من غیر
تبدیل و لا تغیر و کما لا یزول
لا یزول و کما لا یزول و کما
مرید فذلک لہ یسئلہ کائنات
عن شانہ و اسعہ فالدہ و انہ

ہکی مضمی سے آنکھ کی ایک نگاہ ہی باہر نہیں
اور دل کا کوئی خیال ہی باہر نہیں، بلکہ وہی
نوپید کرنے والا اور وہی پید کرنے والا ہے۔
جس چیز کا ارادہ کرتا ہے وہی کرتا ہے۔ کوئی
اس کے حکم کو روکنے والا نہیں۔ نہ ہی اس کے
فیصلہ پر کوئی نکتہ چہین ہے۔ انسان کوئی
سے لگے میں اس کی توفیق اور قوت کے بغیر چاہے
وہ فرما کر دے اس کے ارادہ اور مشیت کے سوا
مجال نہیں۔ اگر تمام انسان جن فرشتے اور
بھی جمع ہو کر سلسلہ کائنات میں ایک ذرہ کو بھی
حرکت دیں یا اس کے ارادہ کے بغیر اسے ساکن کر دے
چاہیں تو اس سے عاجز ہو جائیں گے۔ خدا کا ارادہ
انہی اپنی ذات میں ذاتی صفات کی طرح قائم ہے۔
وہ پستور اس سے موصوف رہا ہے۔ نہ انزال
میں اس نے ارادہ کیا کہ سلسلہ مخلوقات اپنے اپنے وقت
پر پیدا ہو جو اس نے جوڑ کر کیا تھا۔ چنانچہ بطرح
اس نے انزال کی سی تقدیم و تاخیر کے بغیر چاہا تھا
اسی طرح کائنات معرض نمود میں آگئی بلکہ اس کے علم
کے اور اس کے ارادہ کے مطابق بغیر کسی تغیر
تبدیل کے موجود ہو گئی۔ نہ اسے کسی طور کے موافق
مذرت پڑی نہ اسے کسی وصیت کا اظہار تھا۔
نہ قہر ہے کہ اسے ایک وقت و ذوق و دوسری
صفتوں سے غافل نہیں کرتی۔ اٹھا
کہ قوت شنوائی اور بینائی کی طاقت ہے کہ

تعالیٰ مہم بصیر سمع و بری
لا یخرب عن سمعہ سمع و ان
حق لا یغیب عن رؤیتہ
مرئی و ان دق و لا یحجب سمعہ
بعین و لا یدفع رؤیتہ بظلام
بری من غیض حذقة و اجفان
و یسمع من غیر اصمخہ و اذان
کما یعلم بغیر قلب و بیطش
بغیر جارحہ و یخلق بغیر الہ
اذ لا تشبہ صفاتہ صفات الخلق
کما لا تشبہ ذاتہ ذات الخلق
الکلام و انہ تعالیٰ متکلم امرنا
و اعد متوعد بکلام و انہ قد یسمی
قائم بذاتہ لا یشبہ کلام الخلق
فلیس بصوت یحدث من
السلال الہواء و اصطکاک
اجرام و لا بحرف یقطع باحداق
شقہ و غیر یک لسان و ان القرآن
و التوراة و الانجیل و الزبور کتبہ
المنزلہ علی سلسلہ علیہم السلام
و ان القرآن محض و بلا لسنہ
مکتوب فی المصاحف محفوظ
و انہ معذلک قد یسمی
قائم بذاتہ تعالیٰ لا یقبل

الانفصال و لا فراق بالانفصال
الی القلوب و لا دہاق و ان موسیٰ
علیہ السلام سمع کلام اللہ تعالیٰ
بغیر صوت و لا حروف کما یسمی بالبر
ذات اللہ تعالیٰ فی الآخرۃ من غیر
جوہر و لا عرض و اذ کان لہ ہذا
الصفات کان حیاً عالمًا قادرًا
مریدًا مہمبًا بصیرًا متکلمًا بالخلق
و العلیہ و القدس و لا مراد و
السمع و البصر و الکلام لا یجرح
الذات - انتہی کلام الغزالی
مرحمہ اللہ تعالیٰ قال المؤلف غفر
اللہ عنہ الصفات السبعۃ الہی
ذکرھا الغزالی مہمبًا علی صلی
الکلمۃ من المتکلمین و مراد الہ
توہد تہ صفتہ ثامۃ تسمی بالکنوین
قالوا لا تکفی فی وجود الخلق الا مرادہ
و لا بد فی وجود الخلق من التکوین
مستقلین بقولہ تعالیٰ انما امرہ
اذا امراد شیئان یقول لہ کن
فیكون فالا مرادہ امر و التکوین
المشار الیہ بلفظہ کن امر امر
و المرید الامر لا یمشی فاعلم لہ
انہ امر خارجہ عن العلم الالہی

اور قیاس یا اول میں منتقل ہونے کے وجود
بھی وہ خدا کی ذات سے الگ اور منتقل نہیں۔
کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو کلام الہی سنا
تھا، اس میں آواز نہ تھی اور نہ حرف تھے۔ یہی
طرح نیک انسان عالم آخرت میں خدا کا دیدار ہے
مگر وہ نہ ٹھوس ہوگا نہ عارضی چیز جب فلا ایسا ہے تو
انہا پر تا ہے کہ وہ اپنے ان صفات میں ہی عالم
قادر مرید مہمب بصیر اور متکلم ہے اوصاف میں یہ
سات صفات موجود ہیں حیوۃ، علم، قدرۃ، اماوہ
سمع، بصیر و کلام، اور اسکی ذات اپنی صفات سے
غالی نہیں و لام غزالی مراد اللہ کا کلام یہاں پر قائم
ہو چکا ہے) اب مؤلف کہتا ہے (خدا اس کے گناہ
معاف کرے) اکام صاحب نے جو خدا کے سات
اوصاف بیان کئے ہیں وہ مذہب اشعری کے
مطابق ہیں۔ ورنہ مذہب اشعری میں ایسا نہیں
آتا کہ خدا کا وصف ہے جسے تکوین کہتے ہیں کہ وہ
مخلوقات کے پیدا کرنے میں صرف ارادہ ہی کافی
نہیں کچھ تکوین کی بھی ضرورت ہے کیونکہ خدا تعالیٰ
نے خود فرمایا ہے کہ جب میں کسی چیز کا ارادہ کرتا
ہوں تو اسے کن کہتا ہوں تو ہر امر و ہر موجود
ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ارادہ ہی چیز ہے اور
تکوین جو لفظ کن سے اشارۃً بھی جاتی ہے اور
چیز ہے۔ جسے علامہ صرف ارادہ کہنے والے قائل
نہیں بلکہ سوائے اسکے کہ اسکے ساتھ ہی

فلفظه کن منه سبحانه وتعالى
 امر باخر اجماعاً و اراد من العوة
 الى الفعل و محل بظ هذا
 المبحث كتب علم الكلام كشرح
 العقائد و شرح المواقف و رجحنا
 الى كلام حجة الاسلام فقال انما
 و آية سبحانه وتعالى لا هو تروا
 آلا و هو حادث بفعله و فافض
 من عدله على احسن الوجوه و اكملها
 و اتمها و اعدلها و انه حكيم في
 انصافه و عادل في افضيائه و لا يفتقر
 عدله بعدل العباد اذ العبد يتقوى
 منه الظلم بغير قدر في ملك غلوه
 و لا يتقوى الظلم من الله تعالى
 فانه لا يصادف بخير و ملكا حتى يكون
 قسراً فذفيه ظلماً فكل ما سوا من
 الصبر و حزن و شيطان و مدح و سقاء
 و امر من حيوان و نبات و جوهر
 و عرني و علمي و محسوس حادث
 اختاره بقدر ما بعد العدم
 اختراعاً و انشاء بعد ان لم يكن
 شيئاً اذ كان في الانزل موجوداً
 و عده و لم يكن معدخه فاحث
 الخلق بعد الظهور القدر قدر

پس لفظ کن خدا نے تعالیٰ کا امر ہے اسکو جس کا
 وہ ارادہ کرتا ہے کہ نیست سے هست کر دے۔ یہ
 مسئلہ کی تفصیل کا مقام علم کلام کی کتاب میں پیش
 شرح عقائد، شرح مواقف وغیرہ ۱۰ باب ہم وہ بارہ
 ام غزالی رحمہ اللہ کا کلام درج کرتے ہیں۔ آپ
 فرماتے ہیں کہ ان فعلی خداوندی کی حقیقت یوں
 ہے کہ جو بھی اللہ کے بغیر ہے وہ کسی کے فعل سے
 پیدا ہوا ہے اور بہترین مدلل کے طریق پر اور مدلل
 و اکمل طرز پر صورت نما ہوا ہے۔ خدا اپنے فعل
 میں حکمت استعمال کرتا ہے۔ اپنے فیصلہ میں مدلل کرتا
 ہے۔ مگر اسکا مدلل انسانی مدلل کے ساتھ نہیں۔
 کیونکہ انسان سے تو علم کا بھی امکان ہے جبکہ وہ
 غیر حکمت پر تصرف ہو اور خدا سے علم کا امکان
 نہیں کیونکہ جبکہ علم غیر حکمت ہی نہیں تو یہ کیسے کہا
 جائے گا کہ وہ غیر حکمت پر تصرف کرتا ہے تاکہ اسکا
 عمل ظلم قرار پائے کیوں کہ اس نے یہ تمام چیزیں خود
 پیدا کی ہیں۔ انسان، جن، شیطان، فرشتے، آسمانی
 زمین، حیوان، نباتات، جوہر، عرین، مدح، کجس
 اور مدح، باعقل وغیرہ چنانچہ اس نے اپنی قدرت
 کا مد سے ان کو پیدا کیا ہے اور ان کو وجود عطا کیا
 ہے بعد اس کے کہ وہ نیست تھیں اور وہ خداوند
 زمانہ انزل میں موجود تھا اور اس کے ساتھ کوئی
 غیر موجود نہ تھا۔ پھر اس نے اپنی انہما
 قدرت کے لئے کائنات کو پیدا کیا

و تحقیقاً لما سبق من اسرافه و تقوا
 في الانزال من كنهه لا لاختصاص اليه
 و حليته و آية تعالى متفضل الخلق
 و الاختراع و التكليف الا من وجوب
 و متطول بالانعام و الاملا صلا حلا
 عن لزوم له الفضل و الاحسان
 و النعمه و الامتنان اذ كان قاضياً
 على ان يصيب على عباده القوام
 العذاب و يتبدل به و بغيره و ب
 الا لائم و الا و صاب و لو فعل
 خلق لكان مثلاً و لم يكن قبيحاً
 و لا ظلاً و آية شيب عباده على
 الطاعات بحكم الكرم و الوعد
 لا بحكم الاستحقاق و اللزوم
 اذ لا يجب عليه فعل و لا يتقوى
 منه ظلم و لا يجب لاحد عليه
 حق و ان حق في الطاعات و اجاب
 على الخلق بايجابه على لسان انبيائه
 لا بجهاد العقل و لكنه بحث في
 و اظهر مدق قهره بالمعجزات الظاهرة
 فبلغوا امره و انه يمد و وعدة
 و وعدة فوجب على الخلق
 تصديقهم فيما جاء به و ابد بعض
 الكلمة الثانية و هي رسالة الرب

اور اس سے اپنے ارادہ کا ثبوت دیا جو اس
 نے پہلے کیا ہوا تھا اور اس قول کو پیدا کرنے
 کے لئے جو ازل میں کہہ چکا تھا وہ اسکو کافی تھا
 کی کوئی حاجت اور ضرورت نہ تھی۔ یہ اس کی
 مہربانی ہے کہ اسے پیدا کیا۔ نیست سے هست
 کیا اور صاحب اختیار بنا دیا اور یہ سب کچھ پہلے
 واجب تھا اور وہ ہم پر فضل کر فرمایا ہے کہ اس نے
 ہم پر احسان کیا اور ہماری مصلحت کی حالت کے یہ بھی
 ہم کا فرض نہ تھا پس یہ سب کچھ اسکا فضل ہے۔ احسان
 اور نعمت و انعام ہے کیونکہ وہ برفقت قادر ہے
 کہ اپنے بندوں پر قسم قسم کے عذاب بھی اور نعمتیں
 مصلحتیں بھی کر دے تاکہ اگر وہی کرے تو پھر بھی اسکا فضل
 رہی ہوگا اور اس کیلئے کوئی معیوہ کام نہ تھا اور ہر کام
 خدا اپنے حبیب و افضل و کرم سے بندوں کو اپنی رضا
 قبول کرنے پر تیار کیا ہے نہ بندوں کو کسی حق
 نہ بندوں کو کسی فرض اس پر عائد ہو بلکہ ہر کچھ
 اس پر کوئی فعل بھی واجب نہیں ہو سکتا اور نہ اس
 علم شمعہ ہو سکتا ہے اور کسی کا حق اس کے ذمہ نہیں
 مگر مخلوق پر اسکا حق اطاعت و اس کے پاس ہے نہ کیا
 ذریعہ بدلتا کیا اور وہ حق اطاعت مطلق کہ حق
 نہیں ہوتا تھا اسلئے اس نے اپنے رسول سے بھی اور علم خدا
 سمجھا ہے اسکی قیادت کا انہما کرنا تھا اور اسکی عطا
 تھی اور وہ اور وہی خبری۔ اس نے مخلوق پر احسان
 کرنا اور کچھ بھی نہ کہتے ہیں اسکی عطا کرنا

صلی اللہ علیہ وسلم. وَاَقْرَبُ تَعَالٰی
بَعَثَ الْمَلٰٓئِکَۃَ الْاَمْرِیَّ الْقُرْشٰی مُحَمَّدًا
صلی اللہ علیہ وسلم برسالتہ
الی کافۃ العرب والحجۃ والجن
والانس فنبیہ بشروہ الشرائع
الاما قشرہ وفصلہ علی سائر
الانبیاء وجعلہ سید البشر و
منع کمال الایمان بشہادۃ
التوحید وہی قوله لا اله الا الله
ما لم یقتضہ بشہادۃ الرسول
وہی محمد رسول الله خاتم الخلق
تصدیقہ فی جمیع ما اخبہ بہ
من الدنیا والاخرۃ وَاَنزَلَ الْبَقْلَ
ایمان عبد حق یوقن بما اخبہ عنہ
بعد الموت وَاَقْلَبَ سَوَالِ مَلْکٍ وَکَلِی
وہما شخصان مہیاں ہانڈان
یقعد ان العبد فی قبرہ سویاذا
مردم وحید فی سلاخہ عن التوحید
والرسالة یقولان لمن مر بک
ما دینک ومن نبیتک وما فتانا
القبر وسوالہما اقل فقلہ القبر
بعد الموت وَاَن یؤمن بعد الذل
القبر وَاَن یحق وحکمہ وعدلہ علی
الجسم والروح علی ما یشاء ویوقن

بالمیزان خدی الکفتین واللسان
وصفہ فی العظمۃ آذہ مثل طباق
السموات والارضین توہن فیہ
الاعمال بقدرۃ الله تعالی والحق
یومئذ مثل الذر والحجۃ والجن
تحتیقا لتمام العدل وقطع حوائج
المناسات فی صوره احسنہ فی کفۃ
التور فیشغل بہا المیزان علی قدر
درجاتہما عند الله بفضل الله
تعالی وقطع حوائج التسمات
فی کفۃ المنظرہ تخفف بہا المیزان
بعد ل الله تعالی وَاَن یؤمن بآق
القدر الحق وھو حیثہ عدل علی
حقن جہتہما حد من السیف وارق
من الشعر نزل علیہ اقدام الکفر
بحکمہ الله تعالی فیھوی بہم الی اللہ
وتثبت علیہ اقدام المؤمنین فیساو
الحداسہ القراس ویؤمن بالحوص
المورد وھو من عند الله علیہ
وسلو بشرہ من المومنون قبل
دخول الجنۃ وبعد جواز النظر من
شرہ منہ بشرۃ لا یظلم بعدھا
ابدا بعدہما السماء فیہ عیون امان
یصنن من العوثرۃ یؤمن بہا

میزان عمل کے دو پلڑے ہیں اور ایک قبضہ کی
اس کی بڑائی کا بیان یوں ہے کہ وہ زمین آسمان
کی وسعت کے برابر بڑی ہے۔ اس میں قدرت الہیہ
سے اعمال تولدے جائیں گے اور اس کے بے پڑی
اور رائی کے والے کے برابر بھی ہونگے تاکہ پورا پورا
انصاف ہو۔ پھر اس کے نورانی پلہ میں نیک اعمال
کے صحیفے ڈالے جائیں گے جن سے وہ نرا دو چھل
معلوم ہوگا۔ ان نیک اعمال کے درجہ کے مطابق
خدا کے فضل و کرم سے۔ پھر دوسرے تارکے پلڑے
میں بدکاریوں کے صحیفے ڈالے جائیں گے تو وہ
کے حل و انصاف سے ہکا بوجا ہو جائے گا۔ مومن یہی
مانے کہ نبی مراد حق ہے اور جہنم کی پشت پر انکس
عیسائیں بچا یا جائے گا۔ جو تلواریں تیز ہوگا اور تلواریں
اس سے کفار کے قدم پھسل جائیں گے اور خدا
کے حکم سے جہنم رسید ہوں گے۔ مومنین کے
قدم اس پر ٹپک جائیں گے تو جنت کو پہنچیں گے
جائیں گے یہ بھی مانے کہ حوض کوثر حق ہے
جس پر لوگ آئیں گے اور حضور علیہ السلام
کے حوض محمدی سے دخول جنت سے پہلے
مومنین کو پانی نہیں گے اور پل مراد سے گذر کر
پانی کا پانی نہیں گے۔ اور جو شخص اس کا
ایک گھونٹ بھی پی لے گا کبھی پیاسہ نہ ہوگا۔ اس
کی وسعت آسمان کے برابر ہے اور اس میں کائنات
سے کل مخلوق ہیں مومن و کافر اور کافر و مومن

وتفاوت الخلق فيه الى ما
في الحساب والى مساعده فيه والى
من يدخل الجنة بغير حساب
وهو المقصود فيسئل الله من
شاء من الانبياء عن تبليغ الرسالة
ومن شاء من الكفار عن تكذيب
المؤمنين ويسأل المبتدئين
عن السنة ويسأل المسلمين
عن الاعمال ويتبين باخراهم حديث
من القارئ بعد الانتقام عن الايق
في جهنم وحده بفضل الله تعالى
ويتبين بشفاعه الانبياء ثم العلماء
ثم الشهداء ثم سائر المؤمنين
كل على حسب جاهده ومنزله
من يقرب المؤمنين ولو يكن له شفيع
اخر بفضل الله تعالى ولا يخلد
في النار مؤمن بل يخرج منها من
كان في قلبه مثقال ذرة من
الايمان وان يعتقد فضل الصحابة
وتربيتهم وان افضل الناس
بعد رسول الله صلى الله عليه وآله
ابوبكر ثم عمر ثم عثمان ثم علي
ثم ابي الله عنهم وان يحسن الظن
بجميع الصحابة وان يشفي عليهم

كما اشقى الله تعالى ورسوله
صلى الله عليه وسلم وعليهم اجمعين
فكذلك ذلك مما رحت به السنة
وشهدت به الأئمة فمن اعتقد
بجميع ذلك موقنا به كان من
اهل الحق وعصاة السنة و
فادق رهط الصالحين والبدعة
فنسأل الله تعالى كمال اليقين
والثبات في الدين لنا ولكافة
المسلمين اننا ارحم الراحمين
وصلى الله على سيدنا محمد وآله
ومحبته اجمعين. انتهى ما ارجنا
نقله من كتاب (قواعد العقائد)
للإمام حجة الاسلام رحمه الله عليه
قال المؤلف عفى الله عنه بسم الله
الرحمن الرحيم وبه نستعين
الله امرنا بالحق حقاً وامرنا
بالباطل باطلاً و
امرنا اجتناباً به آحاداً
فقد اختلفت الامم في العقائد
اختلفوا كثيراً وتفرقت اراهم
ووقع بينهم التنازع والتباين
واحدثت كل طائفة منها على
الحق وما سواها ظلالاً باطلاً كيف

۱۰ جس طرح اللہ تعالیٰ اور حضور علیہ السلام نے
ان کی تعریف و توصیف کی ہے یہی ان کی
تعریف کرے۔ ان تمام عقائد کے متعلق شہادۂ اقرار
بجوئی داروہیں اور اقوال صحابہ رضاعشاہد ہیں
جو شخص ان تمام عقائد کو تسلیم کرے وہ اہل حق
اور اہل سنت ہوگا۔ اور اہل بدعت اور گمراہ
فرقوں سے الگ سمجھا جائے گا۔ ہم سب کا فرض
ہے کہ خدا تعالیٰ سے کمال یقین اور سلامتی
کی درخواست کریں اپنے لئے اور تمام مسلمانوں کے
لئے کیونکہ وہی ارحم الراحمین ہے وحصلی اللہ
علی سیدنا محمد والہ و آلہ وصحبہ اجمعین
یہاں تک جو ہیں اہم صاحب کی کتاب قواعد
العقائد سے نقل کرنا تھا نقل کر دیا ہے۔ اب
مؤلف رسالہ ہذا (مفہم عند) اپنا مضمون شروع
کرتا ہے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم و نہایت
یا اللہ ہمیں جو حق بات ہے وہ سچ بچ دکھا
وے اور باطل کو واقعی طور پر باطل دکھا
اور ہمیں اس سے گمراہی کشی نصیب کرے۔
اس کے بعد واضح ہو کہ اس کتاب کے مؤلف
عقائد کا اختلاف بہت ہے اور ان کی رائے
مختلف ہیں اور ان میں باہمی نفرت پیدا ہو چکی
ہے اور بعض پیدا ہو گیا ہے۔ ہر ایک فرقہ کا
مذہب ہے کہ جس ہی حق پر ہوں اور دوسرے
باطل پر ہیں۔ کیوں ایسا نہ ہو جس کے حصہ

لا وقد اخبرنا بهذا الحالة
سيدنا رسول الله صلى الله
عليه وسلم حيث قال يتفرق
امتي على ثلاث وسبعين
فرقة احدى بيت وقد ذكرت
هذا الحديث بحاله وعامله
في اخر كتابي المسمى (الادوية
الادوية في ترويدا الوهابية)
بالفارسية وهما انا اذ كوه
هذه اتماما لما للعائنة عن
عبد الله بن عمر وقال قال
رسول الله صلى الله عليه
وسلم لياتين علي امتي ما
اتي علي بن ابي اسيريل حذو
النجل بالنجل حتى ان كان
سهم من ابي اذ علا نية لك
في امتي من يصنع ذلك و
ان بني اسرائيل تضرقت
على ثلثين و سبعين ملة
وتفرق امتي على ثلاث
سبعين ملة كلهم في النار
الا امة واحد قالوا من
هي يا رسول الله قال هي
انا عليه واصحابي رواه الترمذي

عليه السلام نے ہمیں پہلے ہی خبر دی ہوئی
ہے اور فرمایا ہے کہ میری امت سو فرقہ
پر تقسیم ہو جائے گی۔۔۔ اور یہ حدیث
پورے سوال و جواب کے ساتھ میرے پاس
کتاب فارسی الاصول الاخریہ میں
ترویدا الوهابیہ کے اخیر نقل
کرو دی ہوئی ہے۔ مگر تاہم تکمیل فائدہ
کے لئے اسے یہاں بھی نقل کرتا ہوں
کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ
سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری امت
پہلے انقلاب آئے گا۔ جو بنی اسرائیل
پر آیا تھا۔ پھر یہاں تک کہ اگر ان
میں سے کسی نے اپنی ماں سے بدعلی
کی ہوگی تو میری امت میں بھی ایسے لوگ
ہوں گے جو ایسا کر گدیوں گے۔ امت
بنی اسرائیل ۷۰ فرقوں پر منقسم ہوگی
یعنی اور میری امت سو ملت پر تقسیم
ہوگی اور وہ سارے کے سارے جہنم
میں جائیں گے مگر ایک فرقہ رہے گا۔
حاضرین نے پوچھا کہ یا رسول اللہ وہ
کونسا فرقہ ہوگا؟ تو آپ نے فرمایا کہ یہ وہ ہے
جو ان اصول پر قائم ہوگا کہ جن پر میں
اور میرے صحابہ قائم ہیں۔ ورواہ الترمذی

وفي رواية احمد والبيهقي داود عن
عمر بن الخطاب وسبعون في
المنار وواحد في الجنة وهي
الجماعة وانه يخرج في امتي
اقوام تغاري بعد تلك الاصول
كما تغاري الكلب بصاحبه لا
يبقي عنده عرق ولا حفص الا
دخلته فان قيل هل الفرق
التي ذكر في الحديث من اهل
الدعوة او من اهل الاجابة
فقول بل هي من اهل الاجابة
لانهم ذكروا بلفظ امتي مكررا
واما اهل الدعوة الذين ما
اهتوا بالله ورسوله فلا
يلخلون في امة صلى الله
عليه وسلم وخلفاءه من اخر
اصحابه ولا قل وقفروا ان
كل طائفة من الطوائف الثلاث
والسبعين قد هي وترجم انها
هي الطائفة الناجية وانها هي
حصاد ائمة انا عليه واصحابي
فمن خالفني جعل هذه العقدة
بالامانة فاضطربت اهل
الامة والجماعة والنساء

ام احمد والبيهقي داود حضرت معاوية سے روایت
کرتے ہیں کہ ۷۰ فرقہ اور ۱۰ میں جائیں گے اور
ایک فرقہ جنت میں داخل ہوگا اور اس فرقہ کا نام
جماعت ہے۔ میری امت میں ایسی قومیں بھی
پیدا ہوں گی کہ جن کو یہ نو پیدا خیالات اس طرح آئیں
جیسے جس طرح کہ دروازے کی زبردستی سے باغ
کٹنے کے کالے ہونے کا کوئی رنگ دریش نہیں آتا
کرسوں میں اسکی زبردستی نہ ہو۔ اب اگرچہ حال کیا
جائے کہ جو درستی ۷۰ فرقہ حدیث میں مذکور ہیں
وہ کوئی نیا اسلام پیش کریں گے یا کسی اسلام کے
دعویٰ میں آئیں گے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ سب
اسلام کے دعویدار ہونگے کیونکہ حضور علیہ السلام
ان کو امت کے لفظ سے بار بار ذکر کیا ہے مگر وہ
وگ نیلہ جگہ شکر شکر ہے کہ ہونگے جو خدا و رسول
کو نہیں مانیں گے۔ اسلئے وہ امت محمدیہ میں داخل نہیں
آئیں گی۔ پہلی قسم کا نام اہل اجابت ہے اور دوسری کا نام
اہل اذیت اس مقام پہاڑ کے شکل حال پیدا
ہوتا ہے کہ ۷۰ فرقوں میں سے ہر ایک فرقہ کا بھی
دعویٰ ہے کہ ہم خدا کے رسولی اور فرما رہے ہیں
ہیں اور ہم ہی ہما انا علیہ واصحابی
کی صیغہ مثال ہیں۔ کیا کوئی یہ مقدمہ
ایمان داری سے حل کر سکتا ہے؟ اس نے
اس کے جواب میں اہل سنت و اجماع
پہچن ہوئے اور بارگاہ الہی میں

انی حضرت اللہ تعالیٰ فرجید و
 قوله تعالیٰ فلا در ثلث لا یومض
 حتی یحکموا ذیما شجر بینہم فیکفوا
 صلی اللہ علیہ وسلم فی هذا
 الفیصلۃ المعضلۃ فوجدنا جمیع
 تعالیٰ فی ذلک الحدیث قوله صلی
 اللہ علیہ وسلم وہی الجماعۃ وعلی
 ان لفظہ الجماعۃ جزء من اسم
 اهل السنۃ والجماعۃ فی مرۃ ایتہ الی
 داود و احمد والمراد من الجماعۃ کثرۃ
 الافراد و کثرۃ افراد اهل السنۃ
 والجماعۃ المقلدین للذی اھل البیۃ
 شرفا وغیرہا من الضرر المقبولۃ
 بدیہی لا یحتاج الی دلیل سوال
 اخر قال بعض اهل الضلال المراد
 من الجماعۃ فی الحدیث من کان علی
 الحق وان قلت افرادہ قلنا لیس
 الامر کما زعموا لان البقی صلی اللہ
 علیہ وسلم قال فی حدیث اخر
 عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال
 قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 ان اللہ لا یجمع امتی او قال امیر
 المؤمنین علی بن ابی طالب علیہ السلام
 ومن شد شد فی النار واه القیاد

و عن ابی بصیر قال قال رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم سألت سرقی ان
 لا یقیمہم اھتی علی غلۃ فاعطاہا
 رداءہ الطبوانی و عن ابن عباس
 رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم من فارق الجماعۃ
 فارق مات میتۃ جاھلیۃ و رواہ
 البخاری فان قیل وان ذکر فی
 حدیث الاحادیث لفظ الجماعۃ
 و لفظ الجماعۃ لکدہ بصیر بان
 المراد من الجماعۃ کثرۃ الافراد تقول
 من ابن عمر رضی اللہ عنہما قال قال
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اشعوا
 المتواد الاعظم فانہ من شد
 شد فی النار و رواہ ابن ماجہ و عن
 حذاف بن جبیل قال قال رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم ان الشیطان
 ذنب الانسان کذنب الغنم فان
 الشاة المقاصیئہ والناسیۃ وایاکہ
 والشعاب وعلیکم بالجماعۃ والعامۃ
 رواہ احمد و عن ابی ہریرۃ رضی اللہ
 عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم من فارق الجماعۃ مشجوا
 فقد خلع من بقت الاسلام من غلقہ

ابو ہریرۃ روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا
 ہے کہ میں نے خدا سے یہ درخواست کی تھی کہ میری
 امت گمراہی پر متفق نہ ہو تو خدا نے مجھے یہ عطیہ بخش
 دیا و رواہ ہرانی ۱۱ حضرت ابن عباس رضی اللہ
 عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے
 فرمایا ہے کہ جو شخص جماعت سے الگ ہو کر رہا
 تو اسے دنیا کی موت مرتبہ و رواہ البخاری اگر
 یہ سوال کیا جائے کہ اگرچہ حدیث میں لفظ جماعت
 یا لفظ اجتماع مذکور ہے لیکن احادیث میں
 تصریح موجود نہیں کہ اس سے مراد کثرت افراد کیا
 تو ہم اس کے جواب میں یوں کہیں گے کہ حضرت ابن
 عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم
 صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تم کثیر التعداد
 جماعت کی تابعداری کرو ورنہ ہوا لگ ہوگا و رواہ
 ابن ماجہ حضرت معاذ بن جبل
 رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ
 علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ شیطان انسان کے لئے
 بھڑیا ہے جیسے بکر کے لئے بھڑیا ہے اور وہ اس
 بھڑیا بکر کی کو پکڑ لیتا ہے جیسے
 سے الگ ہوتی ہے یا کتا رہ کر رہی ہے تم بھی کتا
 کشیوں کے پیچھے نہ گھومنا اہل اسلام اور کتا کشیوں
 رکھنا رواہ احمد حضرت ابو ہریرۃ سے روایت ہے کہ نبی
 کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو جماعت سے الگ
 ہو کر رہا تو اسے اسلام کا جوڑا ہٹا دیا گون سے آٹا

مراد احمد ابو داؤد مشکوٰۃ شریف
 فخر السواد الاعظم والفظحة العاتية
 تصريح بكثرۃ الافراد وكثرة افراد
 اهل السنة والجماعة بالنسبة الى
 جميع طوائف المذلال امر بدی
 معلوم بالضرر فثبت ان الفرقة
 الناجية هي اهل السنة والجماعة
 المعتدلين المذاهب الاربعة المشكوك
 والحمد لله على ذلك انما علمت هذا
 فاعلم ان الجماعة والحقيقة مستقيمتان
 في جميع لغات الصهب والجمود
 شقيقتا وسعيدا حتى في كلام
 الله تعالى الملك العلام ولتقتصر
 في هذا المقام بذكر بعض آيات
 القرآن الحكيم قال الله تعالى الله
 يتوفى الانفس حين موتها وقال
 تعالى قل يتوفاكم صلاتكم الموت
 الذي وكل بكم فالاول حقيقة
 والثاني مجاز قال الله تعالى يهب
 لمن يشاء انشا وذهب لمن يشاء
 المذكور وقال تعالى يحكى عن
 جبرئيل عليه السلام لاهب لث
 غلافك كذا فالاول حقيقة و
 الثاني مجاز قال الله تعالى قل

رواه احمد ابو داؤد في صحيحه مشکوٰۃ شریف میں بھی
 ہے۔ بہر حال السواد الاعظم یا العامة فظہور
 افراد کی تصریح کر رہا ہے۔ اسی سنت و جماعت
 کے افراد کی کثرت تمام گروہ فرقوں کے مقابلہ میں
 واضح اور صاف ہے۔ اور ایک کو معلوم ہے اس
 سے ثابت ہوا کہ اس مقام پر فرقہ ناجیہ سے مراد اہل سنت
 والجماعة ہی ہے جو مشہور مذاہب اربعہ کے مقلدین
 (المورث علی قلب) ان معلومات کے بعد واضح رہے
 کہ عرب و عجم کی تمام بالوں میں حقیقتہً مجاز کا استعمال
 موجود ہے خواہ وہ اچھی ہوں یا بُری یہاں تک کہ خود
 کلام الہی میں بھی یہ دواں موجود ہیں چنانچہ ہم چند
 آیات بطور نمونہ پیش کرتے ہیں (اول) یہ کفر
 موت کے وقت روح کو اپنے قبضہ میں کر لیتا ہے
 پھر فرمایا کہ ملک الموت تمہیں وفات دیتا
 ہے جو تم پر مسلط کر دے گا تمہا ہے۔ پس نفی کا
 تعلق خدا سے حقیقی ہے اور غرضت سے
 مجازی۔ دوم، خدا ہے چاہتا ہے
 لو کیاں جنت ہے اور جہنم چاہتا ہے
 لڑکے جنت ہے۔ پھر حضرت جبرئیل
 علیہ السلام کا قول میں منقول ہے کہ آپ
 نے حضرت مریم علیہا السلام کو قتل کیا
 تھا کہ میں اس لئے تیرے پاس آیا
 ہوں کہ تمہیں مقدس لڑکا دوں۔ خدا کا بہت حقیقی ہے
 اور جبرئیل کا مجازی۔ دسواں ہے میرے بندے

بہرادی الذین اسرفوا وان عبادی
 میں لکھ علیہم سلطان وقال تعالى
 من عبادکم واما ذکر فالاول حقیقتہً
 الثالث مجاز قال الله تعالى هو
 یحیی ویمیت وقال تعالى سکایہ عن
 سیدنا عیسیٰ علیہ السلام وایچہ الموقی
 اخذت الله فالاول حقیقتہً والثانی مجاز
 قال الله تعالى والله یمدی من یشاء
 المہر ای مستقیم وقال تعالى وانما
 لشہدی المی امر ای مستقیم فالاول
 حقیقتہً والثانی مجاز قال الله تعالى
 یدبر الامر وقال تعالى فالمدبرات امری
 فالاول حقیقتہً والثانی مجاز قال الله
 تعالى قل لا یسلطون علی السحاب الا کما
 یشاء الله وقال تعالى حکایہ من سیدنا
 عیسیٰ علیہ السلام وانما شکو جاتا کلون
 واما تخریج فی مروتہ وقال الله
 تعالى حکایہ عن سیدنا یوسف علیہ السلام
 لا یأیکما طعام ترزقا فاندالنا واما
 ثانیہ قبل ان یأیکما فالاول حقیقتہً
 والثانی مجاز قال الله تعالى عن سیدنا
 ابراہیم واذ امرت فہو یطعن و
 فقال تعالى سکایہ عن سیدنا
 عیسیٰ علیہ السلام

جنہوں نے ہے احتیالی کی ہے رحمت الہی سے ناسید
 نہ ہو جائے شیطان سے میں کہنا کہ میرے بندوں پر
 تیرا تسلط نہ ہوگا پھر فرمایا کہ تم اپنے بندوں اور
 کینڑوں کے نکاح کرو یا کہ پھر پہلی دعا میں میں
 خدا کا تعلق خدا سے حقیقی ہے اور میری آنت میں
 تمہیں تعلق مجازی ہے دہمادم اذہای مستقیم
 دیتا ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قول میں نفی
 کیا ہے کہ میں بغض خداوند سے زندہ کرتا ہوں۔ تو
 زندگی اپنے کا تعلق خدا سے حقیقی ہے اور حضرت عیسیٰ سے
 مجازی۔ اٹھم، خدا ہے چاہے راہ راست دکھائے اور
 غی کرہا مسی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ راہ راست دکھاتے
 ہیں مگر الہی ہدایت حقیقی ہے اور ہدایت نبوی مجازی ہے
 ہشتم، خدا کا نیت کی تدبیر کرتا ہے پھر فرمایا کہ
 قسم ہے اکی جو تدبیر کرے گا میں پہلی آیت میں حقیقت
 دوسری میں مجاز (مفہم) کہو ابراہیم یا فرستے آسمان و
 زمین میں ہیں انہیں سے کوئی بھی غیر نہیں جانتا لیکن اللہ
 غیب جانتا ہے اور حضرت عیسیٰ کا حال یوں بتا کر کہ
 کہتے تھے کہ میں تم کو سب کچھ بتاؤں گا جو تم کہتے ہو یا
 نہیں کہتے ہو اپنے گھر میں میں ہر حضرت یہ کہتے تھے کہ
 دو قید یوں میں کہتے تھے کہ نہیں آتی تمہارا کون ہے
 وہی ہے کہ میں اس کے لئے پہنچا ہوں وہی ہے کہ
 تیرا کوئی ہے یا آیت میں حقیقتہً دوسری وہی ہے کہ
 ہے دسٹم حضرت یونس کا قول اے خدا میں نے
 لکھا تھا کہ میں خدا کا شاگرد ہوں اے خدا میں نے

والآلکھ والارض وأهل الموقی باذن
الله فالأقل حقيقة والثانی
عبار قال الله تعالى وهو
الخالق العليم وقال تعالى
حکایة عن سیدنا عیسی علیه السلام
الی اخلق لکرم الطین کھیدة
الطین فیکون طیو باذن الله
فالأقل حقيقة والثانی عبارة
قال الله تعالى ان الله
هو الرزاق ذو القوة
المتین وقال تعالى واذا حضر
القسم اولوا المقر فی الیستی و
المساکین فاسر زقوه من الاذل
حقیقة والثانی عبارة قال الله تعالى
ان الله هو السميع البصیر وقال
تعالى انا خلقنا الانسان من نطفة
امشاج بنتلیه فجعلناه سمیعا بصیرا
فالأقل حقيقة والثانی عبارة الی
غیر ذلك من الذیت القرآنیة والحدیث
النبویة فاذا کان الجواز مستحیلاً فی
کلام الله متعلقاً علی العرف فان استعمله
عباده فی بعض مما درأته فاقی قیاً
غیر عینی علی هذا الاصل مسائل
کثیرة التي هی معركة الآراء بین المقلد

والأهل الذبعة و بین غیر
المقلد من المذاهب و من
المسائل فکون تلك المسائل
مسئلة علم الغیب للمنی صلی
الله علیه وسلم او لبعض خواص
العلماء فاذا علم ان یخبر سیدنا
صلی الله علیه وسلم بما یا کلون
من الخبز و من امتی فی بیوتهم
والا یخبر ان یخبرنا سیدنا
صلی الله علیه وسلم بالله علیه وسلم
بعض خواص امتی بعد من الغیب
والا یخبر الا من یتقوا الله ینزل
البرکات فان قیل ان ذلك کان
محمداً سیدنا عیسی علیه السلام
والا یخبر ان یتکون هذا
الامر من محقة لیسیدنا رسول الله
صلی الله علیه وسلم و کما لو خاص
الله فان قیل کان ذلك من علم الله
تعالی ایاه قلنا کذا کان هذا
ما علم الله تعالی ایاه ولیعلم ان
مسئلة علم الغیب من کبر المسائل
والا یخبر عن علماء الوقت و وقع
العلم فان فی الاذواء والتفصیل و
الاجزاء ایضاً من المسائل و

وایہوں کے درمیان زیر بحث اور استدلال جنگ
کا میدان بنے ہوئے ہیں۔ اسی طرح ان لوگوں کے درمیان
جو ان کے طریق پر چلتے ہیں سنا پنا ان میں سے ایک
علم غیب کا مسئلہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
اور ان کے اصحاب ان کو مکمل قضا یا نہیں؟ پس
جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کھانے اور کھوس کے فیروز
کی خبر غیب دیتے ہیں تو یہ امر کیوں جائز ہوگا کہ نبی
کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور امت محمدیہ کے خاص
خاص اقرب بندے بھی غیب کی چند خبریں وہی
یا دنیا کے مستقبل کے حالات اور بر شریک حاکم
بتائیں اگر یہ امر ان کو کیا جائے کہ وہ تو حضرت عیسیٰ
علیہ السلام کا معجزہ تھے نہ کہ سبکتے ہیں کہ ہمارے
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی غیب دانی
کیوں معجزہ نہیں ہو سکتی اور غرض امت کے
نئے کرامت کیوں نہیں ہو سکتی۔ اگر یہ سوال ہو
کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تو خود خدا بتا دیتا
تھا تو ہم کہیں گے کہ ہمارے رسول صلی اللہ
علیہ وسلم کو بھی خدا بتا دیتا تھا۔ آج واضح
رہے کہ مسئلہ علم غیب ایک عظیم الشان
زیر بحث مسئلہ ہے جس پر علمائے وقت
جھگڑتے رہتے ہیں۔ اور قریبوں اور
تفریق میں پڑ گئے ہیں۔ جس کی وجہ سے
ان کے درمیان سخت اختلاف رہا ہے
ہو چکا ہے۔ یہاں تک کہ وہ ایک

کفر بعضهم بعضا فقوم اثبتوا
علم الغیب المکلی والجزئی وعلما
وما یکون للنبی علی الله علیه
بالعلم الله تعالی ایاہ وقوم نقوا
العلم المکلی سراسر عند علی الله
علیه وسلم وقالوا ان علم الغیب المکلی
لا یکون الا الله تعالی واما الجزئی
فکما یکون للرسول کذلک یکون
للجائین والیہما ثم عیاذ بالله تعالی
عن هذا العقیدة المفصدة عن
توحید الرسول صلی الله علیه
وسلم المفسدة الی سوء الخاتمة وقوم
اثبتوا للنبی علی الله علیه وسلم
جیم علوم الغیب المکلی متعلق بالنبی
من الالام السالفة واحوال الابرار
واحوال القیمة ولعد الجنة و
عذاب النار وبعث علوم العالم
العلوی والسفلی بالعلم الله
تعالی ایاہ وهذا العقیدة
فی المتوسطین الاضرار
والنقصان واما قریب المتقوی
وکیف شعری ای جواب المثبتین
جیم علوم الغیب المکلی والجزئی وما کان
وما یکون للنبی علی الله علیه وسلم فی العلوم

المرتبة فی الشرع کا لفظ وکلمہ
والنبی عنہما والکلمات والمواعظ
والصور والرجل والحكمة اليونانية
فی الالهیات وما جواہر بقول
الله تعالی وما علمناہ الشعر وما
ینبغی له وقوله تعالی وما هو
بساخر وما هو بقول کا هن
ما ان قیل هذا العلم لیست من
الغیب بل من الشہادة فنقول اما
ما ان هذا العلم داخل فیما
کان وما یکون فان قیل نعم
فلما رفع الله تعالی ساحة السرائر
عن الالہام بهذا العلم فان
هو المکلی الذی لا حق والکفا
کا لایقہموند بالسمع قال الله
تعالی وما هو بساخر وما هو
بالکلمات قال الله تعالی ولا
یقول کا هن وما نوا یقولون
انما یعلم بشر قال الله تعالی
لسان الذی یلحد من الیہ انشی
وهذا لسان عربی عین وان
قیل لا یعلم لیست هذا العلوم
داخل فیما کان وما یحکون
فنقول فی ای شیء داخل هذا

دیں گے جو شرع میں منوع قرار دیتے ہیں۔ مثلاً خمر
جہیز شعیبہ بانکہ کہانت جو شیء سحر میں۔ یونانی
فلسفہ جو الہیات کے متعلق ہے۔ دیکھا یہ بھی آپ کا
مائل ہے؟ اور وہ اس کا بھی کیا جواب دیں گے
کہ خود خدا نے تعلیم کے تصور کے ساتھ فرمایا ہے
کہ ہم نے اپنے رسول کو شکر کا علم نہیں سکھایا اور
نہی یہ علم آپ کے شان کے شایاں ہے اور یہ بھی
فرمایا کہ آپ مجاہد مگر تھے اور یہ قرآن کی کاہن کا
قول نہیں۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ یہ علوم اور غیب
نہیں بلکہ انقسم ظاہریں تو ہم جواب دیں یہ بھی نہیں
مگر وہ غیب ہیں داخل نہیں کو کیا وہ کان و نابین ہیں
بھی داخل ہیں یا نہیں؟ تو اگر جواب دیا جائے کہ ہاں
وہ ان میں داخل ہیں تو ہم کہیں گے کہ اگر یہ وہ داخل ہیں
مگر خدا تعالی نے ذات رسالت کو ان علوم کی آزمائش سے
محاف کر دیا تو اسے کیونکہ آپ رسول اتی تھے بخلاف
کا لازم دیتے تھے مگر خدا نے کہا وہ جاوہر نہیں۔
پھر وہ کہان کا لازم دیتے تھے کہ جن نبوت کے فریب
سے آپ خبریں دیتے ہیں مگر خدا نے کہا کہ یہ قرآن کی
کاہن کا قول بھی نہیں۔ پھر وہ کہتے تھے کہ کوئی کوئی
آپ کو یہ قرآن سکھاتا ہے تو خدا نے جواب دیں کہا کہ جس کو
کی طرف تعلیم قرآن کی سبب کرتے ہیں وہ تو ملی ہے
عربی زبان کا نہ ہی نہیں اور یہ قرآن میں ہے اور اس
گریزوں کہا جائے کہ نہیں یعنی ما کان وما یحکون
علوم منہ وائل نہیں تو ہم یہ جیسے گے کہ علم

العلوم۔ و آتی جواب لنا حقین من
 اخباره علی اللہ علیہ وسلم
 بعد ابل القبر و سوال الملکیون و منخطه
 القبر و اخباره علیہ الصلوٰۃ والسلام
 بالفتوحات الاسلامیہ قبل
 وقوعہا و اخباره باحوال اخر الزمان
 فوق جمیع ما اخبر به صلی اللہ علیہ
 وسلم کما اخبر به وای جواب لہم
 من تعیین ہوا من قتل الکفار من
 البدر فقتلوا فی تلك المواقف و هل
 الہما تم و المجاہدین یخبرون بمثل هذا
 و سمعت من اعلی اللہ قبلہ ان النبی
 صلی اللہ علیہ وسلم لو کان یعلم
 فقتل المسلمین و قتل الکفار ببدن لہما
 القاء الی اللہ فی مجودہ بفتح المؤمنین
 و قتل الکفار و لہ یعلم المحرم ان عا
 علیہ الصلوٰۃ والسلام المسلمین کاف
 تعبد او تواضعاً للہ تعالیٰ اما کان
 علیہ الصلوٰۃ والسلام یعلم یا نہ علی
 الصراط المستقیم لقولہ تعالیٰ انک علی
 صراط مستقیم و معذلک یقر فی صلوٰۃ
 اھذا الصراط المستقیم قال اللہ تعالیٰ
 عالم الغیب فلا ینظر علی غیب احد الا
 من ارتفع من رسول و قال اللہ تعالیٰ

منہ کس قسمیں دلیل ہوں گے، اور منکرین علم غیب
 ان احادیث کا کیا جواب دیں گے۔ جن میں نبی
 کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مذہب قبر سوال کیا کہ قبر
 کی تنقی کی خبر دی ہے یا جن میں آپ نے قبل از وقت
 فتوحات اسلام کی خبر دی ہے یا خبر فنا کی خبر
 دی ہے۔ یہ لاکھ سب کچھ اسی طرح پیش آیا ہے جیسا
 نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا تھا۔ اور اس کا کیا جواب
 دیا کہ آپ نے تنقی کفار کے مقامات قتل جگہ پر
 بتائے تھے۔ جیسا نبی نے وہ قتل ہوئے جہاں آپ نے
 کہا تھا۔ کیا چار پائے اور دیوانے جیسی خبریں
 سکتے ہیں؟ میں نے خود اس آدمی سے سنا ہے جس
 کے دل کو خدا نے اندھا کر دیا تھا کہ بتاتا کہ نبی کریم
 صلی اللہ علیہ وسلم مسلمان کی فتح جانتے ہوئے اور جب
 قتل کیا کہ اس کی خاص خاص نہیں جانتے ہوئے تو مسلمان
 کی فتح کے لئے اور قتل کفار کے واسطے جدہ میں چلا
 و خانہ کرتے تھے کہتا ہوں کہ اس محمود بعض کو یہود
 نہیں کہ حضور علیہ السلام کی دعا کرنا مسلمانوں کے حق
 میں خدا کے سامنے تو ضعیف اور انہارنا کساری تھی۔
 کیا آپ کو یہ معلوم نہ تھا کہ آپ صراط مستقیم پر قائم ہیں۔
 حالانکہ خدا نے بتا دیا تھا کہ آپ صراط مستقیم پر ہیں
 ہم آپ نمازیں یا لاف قدم یا کرتے تھے کہ اھذا
 الصراط المستقیم اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ بتا دیا
 عالم الغیب ہے اور اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرے
 مگر اس رسول تو جسے وہ پسند کرے۔ پھر نبی فرما

و ما کان اللہ لیطلع علی الغیب
 و ما کان اللہ یخبر من سہل من یسأل
 ما کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم
 هو الرسول المرتفع بالرسول الحق
 و ان قبل ہذا دخل النبی صلی اللہ علیہ
 وسلم فی الامتثان فی الایمان الاولی
 و ما کان الرسول المرتفع و فی معنی
 ان اللہ یخبر من سہل من یسأل و ما
 کان الرسول المرتفع و ان قبل کا
 رسول فمن الرسول المرتفع و المجتہد
 ان یذکر اللہ تعالیٰ فی الامتین
 انہ کو مرتبین و تحقیق فی هذا المقام
 ان جملة عالم الغیب تعہم اطلاقات
 النبی صلی اللہ علیہ وسلم باعتبار بعض
 و تعہم باعتبار بعض الآخر فان علم
 حق الغیب کا اخبار علیہ اللہ علیہ
 علم باحوال عالم البر و من منخطہ
 القبر و سوال الملکیون و منخطہ القبر
 سبعین نذر اعلى المطیع و حقیقہ
 علی العاصی و اخباره باحوال القیامۃ
 من الووف و المیزان و الصراط و الوضو
 الشفاء و الخیر و النعمان و القنات و النعمان
 و احادیث بعض النبی صلی اللہ علیہ وسلم
 من الملکیون و منہ و منہ و منہ و منہ

کہ خدا تو تم کو علم غیب پر مطلع کرنے کے قریب ہی نہیں
 ہے لیکن اپنے رسولوں میں سے جس رسول کو چاہے انتخاب
 کرے یا نہ تو کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم برگزیدہ اور
 منتخب شدہ رسول کہتے؟ اگر وہی کہا جائے کہ وہی
 نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پہلی آیت کے مستحق ہیں
 ہیں۔ کیونکہ آپ برگزیدہ اور پسندیدہ رسول ہیں جس کا
 ثبوت اس آیت میں ہے کہ میں اپنے رسولوں میں سے
 اللہ تعالیٰ جسے چاہے انتخاب کریتے ہیں کیونکہ
 آپ ہی رسول مجتہد ہیں۔ اگر اس کا انکار کیا جائے تو
 پھر ہم پوچھیں گے کہ پھر حضور علیہ السلام کے سوا
 وہ اولیٰ آیات میں کس رسول مجتہد و مرتفع کا ذکر ہے؟
 اس مقام پر تحقیق یہ ہے کہ عالم الغیب کے فقر و کا
 استعمال نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر منحصر ہے باعتبار بعض
 علم غیب کما او بعض علم غیب کے اعتبار سے بعض
 کیونکہ بعض انبیاء کا خبر دینا آپ سے بالکل صحیح
 اور روشن ہے مثلاً آپ کا عالم برہنہ کے متعلق فرمایا
 تنقی اھذا کفرک کہ سوا ان کی خبر دینا اور ایک بندہ
 کی قرب کا۔ نہ نزدیک وسیع ہونے اور چار پر شک
 کی خبر دینا یا احوال قیامت میں خدا کے سامنے پیش آنا
 و ان اعمال۔ پھر صراط جو من کو شفا جنت
 من کی نعمتیں اور دولت اور اس کی آگ کا خبر دینا
 چند حالات و دنیاویہ سے خبر دینا مثلاً انہ من
 کی قتل کا ان بتا یا احادیث بدتہ کی انھی و ان
 انہ من اس نے پوشیدہ طور پر ملکہ ان کو انھی

بلغة المكتوب الخ قرأ في أخبارنا باجمل
بما استغفاره في يد من الحصاد وأخبار
بقتل ملك الفرس ببيعة ليلة قتله
أخبارنا بموت البغاشي وصدوة أخبارنا
عليه في الداية وأخبارنا بأعمال الأربعة
صحيحة المعاهدة لغرض الحلقة في
جوف الكعبة وأخبارنا بموت جعفر الطيار
ومرقيقه في غزوة الموتة وأخبارنا
بالفتح على يد خالد بن الوليد سيف الله
وأخبارنا بفتح باب قلعة خيبر على
علي المرتضى وأخبارنا بسم الشاة المسمومة
التي أهدتها اليه اليهودية وأخبارنا
بقتل علي المرتضى ذا الشدين من المخاضين
وأخبارنا بقتل آخر الزمان إلى غير ذلك
من الأخبارات المغيبة كما لا يخفى على
من له ادنى مهابرة في العلوم الزمانية
فان قيل أخبارنا بالغيبة المذكورة
كان باعلام الله تعالى آيات قلنا
حاصل المقصود هو قلنا ان أخبارنا
بالغيبات كانت من عند نفسه بغیر
اعلام الله تعالى فاطلاق جملة عالم
الغيب عليه صلى الله عليه وسلم صحيح بل
الا اعتبار من قال من المقلد من انه
عالم بجميع الغيوب اوقال عالم

بالعلم وما يكون فرجه من العلوم
 العلوم التي تتعلق بالمراسلة و
 التبليغ و الخيام المتكبرين و احوال
 الانبياء المتقدمين و نجاة اهلهم
 الطبعين و هلاك المتكبرين احوال
 سبطه الصلوة و السلام في اخر
 الزمان و ما يأتي عليهم من العلق و
 ما يخرج عليهم من الحق حتى يدخل
 على الجنة الجنة و اهل النار النار ثم
 العلوم التي لا يليق ببعض الشجر و بعض
 الرسل و النبيين و النبيين و غير
 ذلك و العلوم التي لا تليق لها بالمراسلة
 النبوة و التبليغ كعلم
 قتل الجبال و مكاشف البصر و
 طسرات الامطار و اوراق الاشجار
 و غير ذلك من العلوم التي لا تعلم
 سها و لا مرهمها فذلك كله مختصة
 لها انما و منشرها و منفيها
 من قيل انما اثبت الله على الله
 عليه و سلمى عالم ببعض
 العلوم فما معنى اطلاق
 على عالم الغيب عليه خلقت
 و الصفة للتخصيص لا
 تخص العلوم لتلك الصفة

یا ایوں کہتے ہیں کہ آپ کو تمام ماکان و مایکین کا علم
 غیب تھا تو ان کی مراد بھی مدعی علوم غیبیہ ہیں۔ جو
 تبلیغ رسالت اور تکمیل کمال جواب کرنے یا گذرشتہ
 انبیاء علیہم السلام کے حالات معلوم کرنے کے متعلق
 ہیں یا ان کی تبلیغ امت کی نجات اور منکرین کی ہلاکت
 کے متعلق ہیں۔ یا جو امت محمدیہ کے احوال سے تعلق
 رکھتے ہیں جو غیبت نامے میں پیش آئے ہیں یا ان فتنوں
 کی ابتدا ہیں جو امت محمدیہ پر آئے والے ہیں یا ان
 تکالیف کے متعلق ہیں جو ان پر آئیں گی بہا شک کہ
 اہل حقیت جنت میں چلے جائیں گے اور اہل نار و دوزخ
 شمشاد میں آگے مگردان وہ علوم جو ان کے شان میں بیان
 نہیں مثلاً علم شعر، جفر، راز، جیسا، کیمیا و غیرہ اور
 وہ علوم کہ جن کا تعلق تبلیغ رسالت سے قطعاً نہیں۔
 مثلاً پہاڑوں کے وزن معلوم کرنا، سمندر وں کے پانی
 اچھا کا علم یا بارش کے قطرات کی گنتی یا درختوں کے
 پتوں کی گنتی اور انہی قسم کے اور علوم کہ جن کے نام
 بھی ہم نہیں جانتے اور نہ ہی ہمیں ان کی تشریح
 معلوم ہے۔ تو یہ سب قسم کے علوم خاص خداوند تعالیٰ سے
 ہی تعلق رکھتے ہیں۔ جو ان کو چاہا اور نہ کرنا چاہا
 کسی انسان کا ان سے کوئی واسطہ نہیں۔ مگر کہ جس
 کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بعض غیبیوں کے واسطے
 ہیں تو پھر عالم انصاف کے فقرہ کا آپ پر استعمال
 کرنے کا کیا مطلب ہوگا۔ تو ہم یہ جواب نہیں دے سکتے
 کسی شخص کو کسی صفت سے مرعوف کر کے یا

فمضى العلوم لتلك الحقبة

بل یکنی فی ذلک مصول بعض
افراد الصفة لذات الشخص
فانك اذا قلت نريد سألنا
فليس المراد ان زيد عالم
بجميع علوم العالم حلالها و
حرامها بل المتبادر من هذا القول
ان زيد عالم بعلوم المراتب
المستدولة قال الله تعالى ان
الانسان ليطغى ان رآه استغنى
اي بعض الانساف فان كثيرا
من الأغنياء كانوا عبادا لله
الصالحين بل الانبياء والمسلمين
صلوات الله عليهم اجمعين ومن
تلك المسائل مستندة الىصال
ثواب الاعمال لان احوال الاموات
قالوا احترام او متروك او نحو بحيث
لا يضر ولا ينفع على اختلاف
آرائهم مستدلين بقوله تعالى
وان ليس للانسان الا ما سعى
وفي هذه المسئلة اختلاف كثير
علماء الظرفين وذكر مجموع بطول
واتبع الضعيف مؤلف الرسالة
الاسرائيلية الشريفة ابن القيم الجوزية
المحبلى في هذه المسئلة مشهورا

معنى نہیں ہوتا کہ اس صفت کے تمام اقسام بھی
اس میں موجود ہوں۔ بلکہ اتنا فردی ہوتا ہے کہ
اس کے بعض حصے اس میں ہوتے جائیں کیونکہ
یوں کہتے ہو کہ زید عالم ہے اس سے مراد نہیں
ہوتی کہ زید تمام قسم کے علوم دنیاوی حاصل ہے
و غیر وہ سب جانتا ہے۔ بلکہ بلا تعلق ہی ذہن میں
آتا ہے کہ زید علوم مرئوہ کا عالم ہے۔ جو روزمرہ
استعمال ہوتے ہیں۔ اسی طرح خدا کا قول ہے کہ انسانی
بیشک حد سے بڑھتا ہے جبکہ وہ اپنے آپ کو مستغنی
دیکھتا ہے۔ اس سے مراد بھی بعض انسان ہیں جنہ
کسی ایک والد یا والدہ کے بندے ہو کر رہے ہیں بلکہ
مالدار دنیاوی و مسلمین تعلیم معلوۃ و السلام بھی
تھے۔ اختلافی مسائل میں سے ایک مسئلہ ایصال الیہ
کا بھی ہے۔ کہ مردوں کی روحیں کواپنے مال کا
ثواب پہنچانا چاہتے ہیں یا نہیں؟ مختلف کہتے ہیں
کہ وہ ہم سے یا ہم سے زیادہ بیجا لڑے ہیں جس میں
نفع ہے نہ نقصان۔ اس کے متعلق ان کے
خیالات مختلف ہیں بہر حال زمین کی دلیل یہ ہے
کہ خدا نے فرمایا ہے کہ انسان کے لئے دنیا کی کئی
کام آئے گی۔ اس مسئلہ میں فریقین کے علماء کے
درمیان بڑا اختلاف ہے جن کے دلائل کا ذکر
کرنا طوالت ہوگا۔ مگر اس رسالہ کے مصنف محمد
منیع نے شیخ ابن قیم جوزی حنبلی کا اس
میں ایک معتمد دیکھا جس میں انصاف بھرپور

بالانصاف اخذ ہوا استحسن
المقابلة معهم باعتقاد الشيخ
فيما لا بد من اكابر مشايخهم في المذهب
لعلمهم يرجعون الى الحق و هذا انما
اذكر ما قال الشيخ رحمه الله تعالى
في كتاب الروح فقال واما المسئلة
المسألة عشرة هي هل تنفع امرؤ
الموتى بشئ من سعي الدنيا ام لا
فالجواب انما تنفع من سعي الدنيا
بامرئ يبيع عليه ما بين اهل السنة
من الفقهاء و اهل الحديث التفسير
احد ما سئبت اليه الميتة في
حياته و الثاني دعاء المسلمين
له و استغفارهم له و الصدقة
و الحج على نزع ما الذي يصل
من ثوابه هل هو ثواب الاتفاق
و ثواب العمل فعند الجمهور يصل
ثواب العمل نفسه و عند بعض
الحنفية انما يصل ثواب اتفاق
و اختلاف في العبادة البدنية
كالصوم و الصلاة و قراءة القرآن
و الذكر فذهب الامام احمد
جمهور السلف و هو له ما
و هو قول بعض اصحاب

تھا۔ تو میں نے وہی اختیار کر لیا اور یہی پسند
کیا کہ شیخ موصوف کے عقیدہ کے ساتھ ان کا
مقابلہ کر دے۔ کیونکہ مسائل میں شیخ موصوف بخیرین
کا ایک مسلم نیک ہے۔ امید ہے کہ وہ بھی
حق کی طرف رجوع کر لیں گے۔ بخیریت میں شیخ
صاحب موصوف رحمہ اللہ کا وہ اقتباس پیش
کر رہا ہوں جو آپ نے اپنی کتاب کتاب الروح
میں درج کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ سولہ سوائل مسئلہ یہ
ہے کہ آیا مردہ کی روح زندہ کے اعمال سے فائدہ
اٹھا سکتی ہے یا نہیں؟ جواب یوں ہے کہ فائدہ
اٹھا سکتی ہے دو طریق سے جن پر اہل سنت
کے فقہاء اجماع ہیں اور مفسرین کا اتفاق ہے۔
پہلا طریق یہ ہے کہ مردہ اپنی زندگی میں اس عمل کا
باعث بنا ہو۔ دوسرا طریق یہ ہے کہ زندہ مسلمان
اس کے حق میں دعاء اور استغفار کریں یا مردہ
خیرات کریں یا حج کریں۔ گویا اس میں یہ اختلاف
ہے کہ مردہ کو ثواب مال خریدا کرے یا عمل کا یا
عمل کا ثواب ہوگا۔ جمہور اہل علم کے نزدیک
خود نیک عمل کا ثواب ملتا ہے اور بعض ضعیف
نزدیک نیک عمل پر مال خریدا کرنے کا ثواب ملتا
ہے۔ پھر ان کا اس میں اختلاف ہے کہ کیا جنت
شعاع دار و نہ تلاءت و قن اور اگر ایسی کا
ثواب پہنچتا ہے یا نہیں؟ تو امام احمد بن حنبل
جمہور سلف کا یہ مذہب ہے کہ ایسی پہنچتا ہے

ابی حلیفہ نص علی هذا الاما
احمد فی ہر وایت محمد بن یحییٰ الخصال
قال قیل لابی عبد اللہ الرجل
یعمل المیتی من الخیر من صلوة
او صدقة او غیر ذلک فجعل
نصفه لابیہ اولادہ قال اسرجو
وقال المیت یصل الیہ کل شیء
من صدقة او غیرہا وقال
ایضا امر ایہ الکوسی ثلاث
سرات قتل هو اللہ احد وقل
اللہ احدان فضله لاهل المقابر
خالد لیل علی انتفاعہ بما تسبب
الیہ فی حیاتہ ما رآہ مسلم فی
صحیحہ من حدیث ابی ہریرۃ
رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا مات
الانسان انقطع عندہ عملہ الا من
ثلاث الامن صدقة جاسریۃ
او علم ینتفع بہ او ولد صالح
یدعولہ فاستثنیٰ ہذا الثلث
من عملہ یدل علی انہما منہ فانه
هو الذی تسبب الیہما و فی سنن
ابن ماجہ من حدیث ابی
ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال

اور یہی قول حضرت امام اہل بیت کے بعض فکر و
کا رہی ہے۔ اور اس فتوے پر محمد بن یحییٰ کہ
کہ روایت میں یوں تصریح موجود ہے کہ امام
سے سوال کیا گیا کہ ایک آدمی کوئی نیک عمل
کرے یا نہ کرے مثلاً نماز۔ صدقہ۔ خیرات یا کوئی اور
نیک عمل اور اس کا نصف حصہ اپنے باپ یا
بچہ یا لڑکے کے لئے وقف کرے۔ کیا جائز ہے؟ آپ نے کہا
کہ مجھے امید ہے کہ وہ صحیح ہے پھر فرمایا کہ
میت کو ہر چیز اور قسم صدقہ وغیرہ پہنچتی ہے
یہ بھی کہا کہ آیت الکوسی تین دفعہ اور قل ہو اللہ
احد ایک دفعہ پڑھ دو روئیں دعائیں کہو کہ یا اللہ
اس کا ثواب اہل مقابر کو پہنچے۔ اس امر کا ثبوت
کہ جس نیک کام کا ثمرہ خواہ باعث اپنی زندگی میں
ہو چکا ہے اس سے اس کو فائدہ پہنچتا ہے۔ یہ
ہے کہ امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ
سے ایک روایت لکھی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ انسان جب مرتا ہے
تو اس کے اعمال ختم ہو جاتے ہیں مگر تین قسم
کے عمل جاری رہتے ہیں۔ اول صدقہ جاریہ
دوم مفید علم حکم نیک اولاد جو اس کے حق
ہیں دعا گو رہے۔ ان تین اعمال کا استثناء کرنا
اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ عمل بھی اسی میت کے
ہیں کیونکہ وہی ان کا باعث بننا ہے اور میں نے
ماجد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم انما یلحق المؤمن من عملہ
وحسناتہ بعد موته علما علیہ و نشر
او اولادہ اصلاحاً تو کما ذکرنا مصنفنا
در منہ او مسجد ابنہ او بیتنا
لا بن السبیل بناہ او خیر الکراہ
او صدقة اخر جہا من مالہ فی
صحۃ و حیاتہ تلحقہ بعد موته۔
المتقی مختصر والد لیل علی
انتفاعہ بغیرہما تسبب فیہ
المقران والسنۃ والاجماع و
قواعد الشرع اجماع المقران
فقولہ تعالیٰ والذین جادوا
من بعد ہم یقولون اعطنا
ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان
فاثنی اللہ سبحانہ علیہم
باستغفار ہم للثلاثین
قبلہم وقل دل علی انتفاع المیت
بالدعاء اجماع الاممۃ علی
الدعاء لد فی صلوة الجنائزۃ
و فی السنن من حدیث ابی
ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اذا صلیت علی المیت فاخلصوا لہ

یہ بھی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا ہے کہ مؤمن کے نیک اعمال میں سے
موت کے بعد اس کو یہ عمل پہنچتے ہیں۔ اول
جو اس کے پڑھایا اور پھیلایا۔ دوم نیک اولاد
جسے اپنا جائزین بنالیا۔ سوم قرآن مجید جو وہ
میں چھوڑ دیا۔ چہاں مسجد جو اس نے بنائی و ختم
سوائے جو مسافروں کے لئے تیار کی ششم نہر
جو اس نے کھدوائی۔ ہفتم صدقہ جو اپنی زندگی میں
بحالت صحت ادا کر چکا ہے۔ یہ موت کے بعد
اسے پہنچے گا۔ مختصر طور پر یہ تینوں نعمت ہوں گی اور
جو امر کہ جس چیز کا باعث وہ مرنے نہیں بنا۔ اس کا
ثواب یا نفع بھی اسے پہنچتا ہے تو اس کا ثبوت
قرآن احمدیث، اجماع اور اہل شرع سے ملتا
ہے۔ چنانچہ قرآن شریف میں ہے کہ جو مسلمان پہلے
مسلمانوں کے بعد بنائیں آئے ہیں وہ کہتے ہیں
کہ یا اللہ ہمیں بخش اور ہمارے ان بھائیوں کو
بھی بخش جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں دیکھو
خدا تعالیٰ نے ان مسلمانوں کی تعریف کی ہے
اپنے بھائیوں کے لئے مغفرت مانگتے ہیں۔ انہوں
آیت تہذیب سے ثابت ہے کہ نماز جنازہ میں میت کے
لئے دعا کرنے سے اسے فائدہ پہنچتا ہے۔ اس
حدیث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک
روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ جب تم میت پڑھنا و جنازہ پڑھنا کرو

المداء وفي صحيح مسلم من حديث
عوف بن مالك قال قال النبي صلى الله عليه
وسلم على جنازة فحفظت من
دعائه وهو يقول اللهم اغفره
وارحمه وعافه واعف عنه واكرم
نقله وادسج من غلبه الى اخر الحديث
انتهى مختصر فصل واما وصول
ثواب الصدقة ففي الصحيحين
عن عائشة رضي الله عنها ان
رجلا اتى النبي صلى الله عليه
وسلم فقال يا رسول الله ان اتى
اقتعلت نفسها ولم توفى واقلها
لو تكلمت لصدقت اقلها اجرا
ان تصدقت عنها قال نعم
وفي صحيح البخاري عن
عبد الله بن عباس رضي الله عنهما
ان سعد بن عبادة توفيت آتة
وهي غائب عنها فاقى النبي صلى
الله عليه وسلم فقال يا رسول الله
صلى الله عليه وسلم ان اتى
توفيت وانا غائب عنها فهل ينفعها
ان تصدقت عنها قال نعم قال
فا في اشهدك اني حايط على الخراف
صدقته عنها وفي السنن و

رواه
عوف بن مالك
عن النبي صلى الله عليه وسلم
عن عائشة رضي الله عنها
عن رجل قال يا رسول الله ان اتى
اقتعلت نفسها ولم توفى واقلها
لو تكلمت لصدقت اقلها اجرا
ان تصدقت عنها قال نعم
وفي صحيح البخاري عن
عبد الله بن عباس رضي الله عنهما
ان سعد بن عبادة توفيت آتة
وهي غائب عنها فاقى النبي صلى
الله عليه وسلم فقال يا رسول الله
صلى الله عليه وسلم ان اتى
توفيت وانا غائب عنها فهل ينفعها
ان تصدقت عنها قال نعم قال
فا في اشهدك اني حايط على الخراف
صدقته عنها وفي السنن و

مسند احمد من سعد بن عبادة
ان قال يا رسول الله ان ام سعد
ماتت فاقى المصيبة فادخل
قال المداء فحضر بيرو اذ قال هذه
لا ام سعد انتهى فصل واما
وصول ثواب الصوم
ففي الصحيحين عن عائشة
ان رسول الله صلى الله عليه
وسلم قال من مات وعليه
صيام صام عند وليه
الصحيحين ايضا عن ابن عباس
رضي الله عنهما قال جاء رجل
الى النبي صلى الله عليه وسلم
فقال يا رسول الله احي ماتت
وعليها صوم شهر فاقضيه
عنهما قال نعم وفي رواية
جاءت امرأة الى رسول الله
صلى الله عليه وسلم فقالت
يا رسول الله ان احي ماتت
وعليها صوم نذر افاصوم
عنهما قال انشأيت لو كان
علي اهلك دين فقصيته اكلان
يعني ذللك عنها قالت نعم
قال فصومي عن اهلك وهذا

خبر خفي ورواه احمد بن حنبل
رواه عن ابن عباس رضي الله عنهما
عن النبي صلى الله عليه وسلم
عن عائشة رضي الله عنها
عن رجل قال يا رسول الله
ان ام سعد ماتت فاقى المصيبة
فادخل قال المداء فحضر بيرو
اذ قال هذه لا ام سعد انتهى
فصل واما وصول ثواب الصوم
ففي الصحيحين عن عائشة
ان رسول الله صلى الله عليه
وسلم قال من مات وعليه
صيام صام عند وليه
الصحيحين ايضا عن ابن عباس
رضي الله عنهما قال جاء رجل
الى النبي صلى الله عليه وسلم
فقال يا رسول الله احي ماتت
وعليها صوم شهر فاقضيه
عنهما قال نعم وفي رواية
جاءت امرأة الى رسول الله
صلى الله عليه وسلم فقالت
يا رسول الله ان احي ماتت
وعليها صوم نذر افاصوم
عنهما قال انشأيت لو كان
علي اهلك دين فقصيته اكلان
يعني ذللك عنها قالت نعم
قال فصومي عن اهلك وهذا

اللفظ للبخاری وحده تعلیقا
انتهی مختصراً فصل داسا
ومول ثواب الحج ففی مصباح
البخاری عن ابن عباس
رضی اللہ عنہما ان امرأة من
جہینہ جاءت الى النبی صلی اللہ
علیہ وسلم فقالت ان اتی زنتا
ان تعجب فلم تعجب حتی ماتت
افاجع عنہا قال حجی عنہا امرأت
لوکان علی اقلک دین اکنت
قاضیة اقضوا للہ فاللہ
احتی بالقضاء وروی ایضا
عن ابن عباس رضی اللہ عنہما
ان امرأة سالت النبی صلی اللہ
علیہ وسلم عن ابنہا مات ولہ
عجج قال حجی من ابنک انتی مختصراً
ثم قال الشیخ وایجمع المسلمون
علی ان قصناء الدین بیقطة
من ذمہ ولوکان من اجنبی
او من غیر ترکہ وقد دل علیہ
حدیث قتادة حیث ضمن
الدینارین من المیت فلما قصنا
لکما قال لہ النبی صلی اللہ علیہ
وسلم الان بوقت علیہ جلد تہ

واھا قرأہ العرقان فقال الشیخ
فقال کتاب الروح فی المسألة
الاولی اھ قد ذکر عن جماعة من السلف
انہم اھ عوان یقرء عند قبور
وقت الدفن قال عبد الحق یروی
ان عبد اللہ بن عمر امر ان یقرء
عند قبرہ سورۃ البقرۃ وعن
سراخی ذاک العلی بن عبد الرحمن
وکان الامام احمد ینسک ذاک
اولا حیث لم یبلغ فیہ اخر
شعر جمع من ذاک وقال
الخلال فی الجامع کتاب البقرۃ
عند القبور اخبرنا العباس
بن محمد الدوسری ثنا یحیی
بن سعید ثنا عبد شمس الخلیفی
حدثنی عبد الرحمن بن
العلاء بن الخلیل عن ابیہ
قال قال ابی اذا انا مت
فضع فی التحد وقل بسم اللہ
وعلی سبۃ رسول اللہ وسبق
علی التراسۃ وافرغ عندہ منی
بفائزۃ البقرۃ وغاصتها فانی سمعت
عبد اللہ بن عمر یقول ذاک انتی
مختصراً ثم قال الشیخ بعد ايراد

ہی تلاوت قرآن، تو اس کے متعلق بھی شیخ موفوف
نے اپنی تصنیف کتاب الروح کے آغاز میں مسئلہ
اولی کہہ کر بیان کیا ہے کہ سلف صالحین کی
ایک جماعت سے روایت ہے کہ انہوں نے
مرنے وقت یہ وصیت کی تھی کہ دفن کے وقت
ان کے پاس قرآن شریف پڑھا جائے۔ شیخ
عبد الحق کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے
روایت ہے کہ آپؓ نے حکم دیا تھا کہ میری قبر کے
پاس سورۃ بقرہ پڑھی جائے اور جو زمین میں سے
ایک حضرت علی بن عبد الرحمنؓ بھی ہیں اور حضرت احمد
بن حنبلؓ جب تک کہ آپ کو کسی صحابی کا عمل معلوم
نہ تھا۔ اس کے منکر تھے۔ پھر آپؓ نے رجوع کر لیا
اور جناب خلیل اپنی جامع میں یہ عنوان دیکھ
کہ قبر کے پاس تلاوت قرآن جائز ہے لکھتے ہیں
کہ عباس بن محمد دوسری نے نہیں بتایا تھا کہ یحییٰ بن
سعید نے نہیں بتایا تھا کہ عبد شمس علی نے کہا ہے
کہ عبد الرحمن بن عمار بن حلقہ اپنے باپ سے
روایت کرتا ہے کہ میرے باپ نے کہا تھا کہ جب
میں مرجاؤں تو مجھے حدیثیں رکھتے ہوئے پڑھوں
بسم اللہ علی سنت رسول اللہ پھر پھر پڑھاؤں
جانا اور میرے سر پر سورۃ بقرہ کی آیت پڑھاؤں
۲ عربی آیات پڑھنا کیونکہ میں نے حدیث دیکھی
ہے کہ میرے سنا ہوا ہے کہ آپؓ نے فرمایا ہے
انتی مختصراً اس کے بعد شیخ موفوف علی

الادلة العقلية والنقلية و
 هذه النصوص منتظا حشر على
 وصول ثواب الاعمال الى الميت
 اذا فعلا الحى عنده هذا
 محض القياس فان الثواب
 حق العاقل فاذا وهب للاحية
 المسلم لم يمنع من ذلك
 كما لم يمنع من هبة ماله
 في حياته واما ان له حنة مؤنة
 وقد نبه النبي صلى الله عليه
 وسلم بوصول ثواب الصوم
 الذي هو مجرد ترك ونية
 تقوم بالقلب لا يطالع عليه
 الا الله وليس بعمل الجوارح
 وعلى وصول ثواب القراءة
 التي هي عمل باللسان سمع
 الاذن وتراه الدين بطريق
 الاول. ويوضح ان الصوم نية
 محضة وكف النفس عن المفطرات
 وقد اوصل الله ثوابها الى الميت
 فكيف بالقراءة التي هي عمل
 بل لا تقتصر الى النية فوصول
 ثواب الصوم الى الميت فيه تذبذب
 في وصول سائر الاعمال

اور تعقل دلائل سے چکے ہیں فرماتے ہیں کہ یہ صریح
 اس امر پر متفق ہیں کہ جب زندہ میت کی طرف سے
 کوئی عمل کرتا ہے تو اس کا ثواب میت کو پہنچتا ہے
 اور قبل کا مقتضی بھی یہی ہے کہ کوئی ثواب مل کرنے
 والے کا حق ہے کہ وہ اپنے مسلم بھائی کو
 حشر دیتا ہے تو کوئی مانعت نہیں ہوتی جس طرح
 کہ اس امر کی مانعت نہیں کہ اسکی زندگی میں
 اپنا کچھ مال بخش دے یا اسکی بے بعد اسکو مال کی
 ادائیگی سے بری الذکر کر دے۔ خود رسول خدا
 صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خبر دیا کہ دیا ہے کہ وہ

کے ثواب میت کو پہنچتا ہے حالانکہ وہ روزہ صرف
 ترکہ اکل و شرب اور نیت کا نام ہے اور نیت کا حق
 صرف دل سے ہے جس پر اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی
 مطلع نہیں ہوتا اور یہ روزہ کوئی محسوس کا عمل
 نہیں اور شخصت علیہ السلام نے یہی بتا دیا ہے
 کہ قرآن کریم کا ثواب بھی بطریق اولیٰ پہنچتا ہے
 جو زبان کا عمل ہے اور اسے کان سنتے ہیں اور کہہ
 دیکھتی ہے۔ اسکی وضاحت یہ ہے کہ روزہ صرف نیت
 ہے اور روزہ شکن امور سے اپنے نفس کو روکنے کا نام
 ہے۔ اور خدا اسکا ثواب میت کو پہنچا دیتا ہے تو
 بھلا قرآن کریم کا ثواب کیوں نہ پہنچے گا جو عمل و
 نیت سے مرکب ہے بلکہ اس میں نیت کی بھی ضرورت
 نہیں ہوتی پس میت کو روزہ کے ثواب کے پہنچنے
 میں اس امر کا اشارہ ہے کہ باقی اعمال کا ثواب بھی

میت کو پہنچتا ہے۔ اب عبادات دو قسم میں بانی
 اور بدنی اور عیسری ان کے مرکب کرنے سے پیدا
 ہوتی ہے۔ اور حضور علیہ السلام نے ثواب صدقہ کے
 پہنچنے میں باقی عبادات مالیک کے پہنچنے پر اشارہ
 کر دیا ہے اور روزہ کے ثواب پہنچنے میں اپنے
 اشارہ کیا ہے کہ تمام عبادات بدنیہ کا ثواب پہنچتا
 ہے۔ اور آپ نے حج کے ثواب پہنچنے کی بھی خبر دی ہے
 جو عبادت الی اور بدنی سے مرکب ہے پس یہ قول صحیح
 کہ ایصال ثواب نص اور قیاس شرعی سے ثابت ہو گیا
 وباللہ التوفیق۔

پھر شیخ سرخسوف لکھتے ہیں کہ مخالفین کی دلیل یہ
 ہے کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ انسان کے لئے دو چیز
 ہے جو اس نے کمایا اور یہ بھی فرمایا کہ تم کو اسی کا بدلہ
 ملے گا جو تم دنیا میں کرتے تھے پھر فرمایا کہ انسانی نفس
 کے لئے وہ نیک عمل کام آئیگا جو اس نے کمایا ہوگا۔
 اور اس پر اس بدیہی کا بوجھ پڑے گا جو نفس پروری کے
 لئے اس نے کمائی ہوگی اور حضور علیہ السلام نے فرمایا
 کہ انسان فرما ہے تو اس کے عمل بند ہو جاتے ہیں
 سوائے تین صورت کے کہ صدقہ جاریہ جو اس
 نام پر چلتا رہے و اولاد نیک ہو جائے کہ اس کا ثواب
 یا مفید تعلیم ہو جس سے اس کے بعد اولاد کو فائدہ
 پہنچے۔ پھر حال حضور علیہ السلام نے وہ حال بیان کیا
 جس کو جن میں بحالت حیات عبادات کی ادائیگی
 کا کچھ دخل ہوا نہ تھا اس کا کچھ دخل نہ تھا۔

مشترک کو الشیخہ دلائل عقیدتہ
واعترافہم علی المجوزین
وقال اصحاب الوصول لیس
فی شیعہ مما ذکرتم ما یعارض
ادلة الكتاب والسنة والاتفاق
سلف الامة ومقتضى قواعد
الشرع اما قوله تعالى وان
لیس الا انسان الا ماسعی
فقد اختلفت طرق الناس
فی المدا بالایة فقالت طائفة
المدا بالانسان حرمانا الکفر
واما المؤمن فله ماسعی
وماسعی له وقالت طائفة
الایة اخبار شرع من قبلنا
وقد حل شرعنا علی اعدائنا
وماسعی وماسعی له وقالت
طائفة اللام بمعنی علی ای و
لیس علی الانسان الا ماسعی
وقالت طائفة فی کلام حذف
تیسرہ وان لیس للانسان
الاماسعی او ماسعی له وقالت
طائفة اخرى الایة منسوخة بقوله
تعالى والذين آمنوا واتبعوا
ما یوحى من انزلنا من قبلنا

وحد اعتقادی ابن عباس
رحمہ اللہ عنہ وقاتل طائفة
اخری المدا بالانسان الخی دون
المیت - قال الشیخ محمد بن عبد اللہ
وهذه التاویلات كلها من
سعد المتصرف فی اللفظ العام
والمرجع ہد الشیخ ثم قال و
قاتل طائفة اخرى وهو جواب
ابی الوفاء بن عقیل قال الجواب
الجید ہندی ان یقال الانسان
بحسب وجہ شیعہ کتاب الایہ
مستعار واولی الادلاد و سکیم
الکافر وایہ والشیخ الخیر و تودوا
الی الناس فکفرتموا علیہم و اعدائنا
لما اصابنا من ذلک اثر سب
کمال علی اللہ علیہ وسلم ان اللہ
ما اکلہ من کسبہ فان دلل من کسبه
وحد جواب متوسل محتاج الی تمام
دون العید وایمانہ و طاعتہ و ذکرہ
فما فی التنازع بعل اخوان المؤمنین
مع علی کما یستفہم بعلوم فی اللہ و
حم علی فان المؤمنین ینتفعون بعلومہ
علی اہل اہل الحق یشرفون فیما
والسلامة فی جملہ اہل المسلم مع

شمال کریم اللہ علیہ قول حضرت ابن عباس رضی اللہ
سے متعلق ہے۔ ایک جماعت کی رائے ہے کہ اس سے مراد
انسان ہے۔ اور انسان مراد نہیں ہے شیخ موصوف
فرماتے ہیں کہ تمام تاویلات آیت کے عام لفظ کو مریخت
جگہ ملی ہیں اس سے ہم کو پسند نہیں کرتے۔ پھر ایک اور
جماعت کا قول نقل کر کے فرماتے ہیں کہ جواب بالوافاء
یعنی عقیل کی طرف سے دیا گیا ہے چنانچہ اس نے کہا ہے کہ
بہتر جواب ایسے نزدیک یہ ہے کہ انسان یعنی کوشش سے
اور اپنی قوم کے نیک مسلمان سے دوست پیدا کر لیتا
تھے پیدا کر کے یہی سے نکال کر تاتے۔ پھر بعض نے
فرماتے۔ اور لوگوں سے دوستانہ گفتگو کرتا ہے تو لوگ
اس پر رحم کرتے ہیں اور جملہ بات کا تحفہ دیتے ہیں تو یہ
سب ای کی کوشش کا نتیجہ ہوگا۔ کیونکہ حضرت علی علیہ السلام
نے فرمایا ہے کہ انسان کی بہتر طرف وہ ہے جو اپنی کمائی
سے کھائے۔ یعنی کی اور وہی ای کی کمائی ہے مگر یہ
جواب نامکمل ہے اس لئے سے تکمیل کی ضرورت ابھی
باقی ہے۔ کیونکہ انسان اپنے ایمان سے ابغدا و رسول
کی اطاعت سے اپنے عمل کے علاوہ اپنے مسلم جاننے والوں
کے عمل سے بھی فائدہ اٹھائے اور کوشش کرتا ہے۔ یہاں
نہیں ہیں اپنے عمل کے بہتے ہوئے ان کے عمل سے فائدہ
اٹھاتا ہے کیونکہ مسلمان ایک دوسرے کے لئے
فائدہ اٹھاتے ہیں اور ان کے لئے ہر ایک ایک کام میں
فائدہ اٹھاتا ہے۔ پھر شیخ موصوف فرماتے ہیں کہ
مسلمانوں کی جماعتوں میں عمل ہونا

حجۃ المسلمین فی عقد الاسلام من عظم
الاسباب فی وصول نفع کل من المسلمین
الی صاحبہ فی الحیوۃ وبعد
عائتہ شر قال فالعبد یا یمانہ
قد تسبب الی وصول هذا النفع
الیہ فکانت من سعیدہ یوصی
ان الله سبحانه جعل الامارة
سببا لا انتفاع صاحبہ بدعاء
اخوانہ من المؤمنین و سعیدہم
فاذا فی بہ فقد سعى والسبب
الذی یوصل الیہ ذلک وقد
دل علی ذلک قول النبی
صلی الله علیہ وسلم لعمر و
بن العاص ان اباک لواقف
بالتوحید ففعله ذلک
یعنی العتق الذی فعل عنہ
بعد موته فلو انی بالسبب
لکان قد سعى فی عمل یوصل
الیہ ثواب العتق و هذه
طریقة لطيفة حسنة جدا
انہی ما فکرہ الشیخ ابن القيم
الحوزی یدر فی کتاب التودیع
فی المسئلة السادسة عشر
الاختصار قال الجدل الضعیف

کا معادہ قائم گزائی ایک بڑا سبب ہے اس پر
کہ ایک مسلم اپنے بھائی کی طرف سے قائم ہے
زندگی میں بھی اور موت کے بعد بھی۔ پھر شیخ فرماتے
ہیں کہ انسان اپنے ایمان کی وجہ سے اپنے حق میں
دعائے خیر لینے کا باعث ہوتا ہے تو گویا یہ دعائی
اسی کی کوشش ہے اس کی وضاحت اس سے
ہوتی ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے عبادت کو اس
ادب کا سبب بنایا ہے کہ وہ عباد اپنے مسک بھائیوں
کی دعاؤں سے قائم رہے۔ اٹھائے تو انسان جب
عبادت کرتا ہے تو وہ گویا اس سبب پیدا کرنے میں
کوشش کرتا ہے جس کے طفیل سے وہ قائم رہے
پہنچا یا جاتا ہے اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا
فرمان ہی دلالت کرتا ہے جو آپ نے عربین عام
کو فرمایا تھا جبکہ اسکا باپ بھائی کفر کر گیا اور
اس نے اسکی طرف سے ایک غلام آزاد کیا کہ اگر وہ
توحید کا قائل ہو جائے تو یہ غلام آزاد کیا اسے مفید
پڑتا جو اس کی موت کے بعد اسکی طرف سے آزاد کیا
گیا ہے۔ حال یہ ہے کہ اگر وہ سبب پیدا کرتا تو گویا
یوں سمجھا جاتا کہ وہ ایسا کام کرتا تھا جو کوئی غلام
آزاد کرے گا تو اسے پہنچا دیتا۔ یہ طریق جواب بہت
لطیفہ اور خوب ہے۔ اب وہ تمام مضمون منقرض طور
پر بیان تمام ہو گیا ہے جو شیخ ابن قیم جزیری نے
اپنی تصنیف کنز البروج کے مضمون میں مسلمان
درج کیا ہے۔ اب علی بن حنفیہ و مولف و سابق

ان قلت لا احد لیس لك من
الدنیا الا ما تمکد وجاء احد
واعطاه ما لا کمثر ا فلا یحزن
ما حصل له قولک لیس لك
من الدنیا الا ما تمکد المتعنی و
من تلک المسائل مسئلة البشر
لستیدنا رسول الله صلی اللہ علیہ
علیہ وسلم فقال قوم من اطلق
البشریۃ علی النبی صلی اللہ علیہ
وسلم فقد کفر لان فی هذا
الاطلاق توہین للرسول و انکفای
کا فوا یقولون اغانت بشر و قال
قوم هو بشر مثلنا لان الله تعالى
امرنا بقوله قل اغانا لبشر فلو کد
و منزلتہ عندنا بمنزلتنا لا
الا کبر ولیت شعری ہای وجہ متوہ
الاخ لا کبر ان کان مراد ہم بالاکبریۃ
المتقدم فی الزمان فقط فالواجب ان
یاخوتہم لا تفاقم معہ فی تحقیق البق
صلی اللہ علیہ وسلم وان کانت الاکبریۃ
بالوقیۃ والمتعرب الی اللہ تعالیٰ فای
مناسبة لهم بدعوی اللہ علیہ وسلم وان
کان مراد ہم اخوة الاسلام فاحسن الاکبریۃ
فاذا المؤمنین اخوة و وقع الطائفتان

کہتا ہے کہ اگر تم کسی سے یوں کہو کہ میرے پاس
تو صرف دنیاوی مال رہی ہے جس کے تم ایک لک
ہو مگر کسی نے نہ کہہ سکے بعد اسے بہت مال دیا
تو اس واقعہ سے تمہارا وہ پہلا کہنا غلط نہ ہو گا
کہ تم صرف اتنے مال کے ہی مالک ہو جو آپ تمہارا
پاس ہے (انتہی)۔ قتادہ فی مسائل میں سے ایک
مسئلہ بشریت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی ہے
ایک جماعت کا قول ہے کہ ہر شخص آپ پر بشر کا لفظ
استعمال کرتا ہے وہ کافر ہو جاتا ہے کیونکہ میں رسول
صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہوتی ہے کیونکہ کافر ہنس کر کہے
یہ غلط کہہ کر کہتے تھے کہ تم آخر بشر ہی ہو۔ ایک فرقہ کا قول
ہے کہ آپ ہمارے جیسے ہی بشر تھے کیونکہ آپ کو خدا نے حکم
دیا ہے کہ آپ کہیں کہیں تو تمہارے جیسے ہی انسان
اور ہمارے نزدیک آپ کا مرتبہ بڑے بھائی کے برابر ہے
مجھے معلوم نہیں ہو گا کہ کس وجہ سے ان لوگوں نے رسول
کو بڑا بھائی بنا ہے کیونکہ اگر اس نہ ہوتی تو ہر آدمی اپنے بھائی
میں ہوتا اور وہ تو بولہب کو یا وہ سنی ہے کہ انکا بھائی
بن جائے کیونکہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین پہلے ہوا
ان سے نفرت ہو گئی ہے اور اگر بڑائی سے مراد توہین کی
ہے یا قرب الہی کی قربانی مراد ہے تو ان کا مشرک ہونا
کوئی بھی مناسب محال نہیں ہے اگر ان کی اولاد
برادری ہے تو پھر ان بھائی کہنے کے کچھ فائدہ نہیں رہے
تمام مؤمنین محمدؐ کے بڑے بھائی ہیں۔ اصل میں
نوی اور آخر میں اس پر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

فی الافراط والتفریط الحق آتی فی المسئلة
تفصیل قابلہ بشراہم لا ولا وادام علیہ السلام
حق الانسان وبقاؤه الله تعالى بشراہم
تعالی فی خلق بشرا من طین وانی علیہ
علیہم السلام مستلزم لادامہم فاذا کان الامر
بشراہم لایستلزم ان یكون الولد بشرا لکن البشریۃ
صفات وخصوصیات ان الذل الی
درجات القرب کان افضل من المثلکۃ
والنزل الی درجات البعد کان اقل
من الشیاطین فالانبیاء علیہم السلام
والسلاہم موثقا ومستند فارسل الله صلی
الیہ علیہ وسلم بالخصوص لای فضل لہ
وہو الذی اقمی درجات القرب والتکلیف
حق کان فی مقام قوسین وادام
لان فضل الله کان علیہم علیما ومع ذلک
القرب هو شریح انسان یعنی کلامہ فی الخلیقۃ
الاشراۃ فی القرآن فالمثلکۃ ثابتۃ لا تتواری
الخاص معنی ماہیۃ البشریۃ لا انسانیۃ
لا فی خصوصیاتہا و صفاتہا و کیفی فی
اشتیات الاشتراک فی الصفۃ الواحد
لا یلزم الاشتراک فی جمیع الصفات فانک
انما لست فی مثل کل احد فخصوہ
اشراک الزید مع الامتثال صفۃ الشیخانۃ
انما کان فی جمیع صفات الاسلام سیم و اکثر

اس سلسلہ کی تشریح میں کی جائے کہ بشریہ و آدم علیہ السلام
کا نام ہے جس کے معنی انسان ہے خدا نے آدم کو بھی بشریہ
سے پیدا فرمایا تو فرشتوں سے کہا تم ان میں سے ایک کو
پیدا کرو گے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی آدم علیہ
کی ہی اولاد میں ازبیب باپ بشریہ تو جیسا ہی ضروری ہو
اگر گمراہ کے علاوہ بشر کے اندر اصناف اور مقامات ہیں
جس میں کی وجہ سے وہ قرب الہی کا پتہ چاہے اگر کسی
پہنچ گیا تو فرشتوں سے بھی افضل ہوگا اور اگر نہ پہنچا
تو وہی کے گڑھوں میں گر گیا تو شیطان سے بھی زیادہ اذلیل
ہوگا تو نبی صلیہم السلام غلام و بچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ
وہم خدہ خداوند کے فضل و کرم سے قرب الہی کے عملی درجات
پہنچ چکے ہوتے ہیں یہاں تک کہ قرب و قلاب تو ہیں اور وہ
کے مقام کے پتے ہوتے ہیں کیونکہ خدا کا فضل آپ پر ہے
اور وہ قرب الہی کے پیر بھی آپ بشر و انسان ہی
ہیں آپ ہی بحث آتی ہے کہ قرآن شریف میں ہر مسئلہ پر ایک
مس سے کیا مواضع ہوں گے جو آپ سے کہنا ہی جیتے
میں ہشت کل کی وجہ سے آپ کو دوسروں سے سادہ و متعال
ہے اگر بشر کی خصوصیات ادا علی منہا میں سے ہر ایک
میں اور سادات فی البشریۃ کے لئے صرف ایک وصف ہوگا
کافی ہے اور ضروری نہیں کہ آپ باقی صفات کا بھی
دوسروں کے مساوی ہوں اور آپ کے مساوی ہیں یہاں
قرآن میں کہتے ہو کہ نبی شریف تو تھا مقصود صرف یہ تھا
کہ نبی شریف کے ساتھ شجاعت میں مساوی اور ایک ہے
صفات شریف میں نہ کہ میں کیونکہ شریف و شعی ہاں ہے اور

انسان و لنعم ما قیل فی البشر السائر
محمد صلی اللہ علیہ وسلم بشر لا یابشر بل
هو کالما قوت بین الحجر و ما ادری کا
سبب یفوت البشریۃ عندہ صلی اللہ علیہ
و سلم خلا البشریۃ ہی سبب نقصان
مرسالۃ و معجوزۃ و خواص ق عاداتہ
المعجزات و خواص ق العادات تصدیق
نقصان دعوی المر سالۃ اذا حدیثت
من البشر و اما ان حدیث من الملائکۃ
من الجن و الشیاطین فاقی غرضہ
فان خواص ق العادات من الملائکۃ
الشیاطین امر عادی بل مفضول المعجزۃ
و خرق العادۃ یتصور بالنسبۃ الی
الانسان بان غیرو الانبیاء علیہم السلام
والسلاہم یخبرون عن انبیاء مبتدئین فلذا
سمیت المعجزۃ خرق العادۃ ای خرق
عادۃ بنی آدم لا خرق عادۃ الملائکۃ و
الشیاطین قالوا انہ صلی اللہ علیہ وسلم
لان الله سبحانه و تعالی قال یا ایہا الناس
قد جئکم من عند ربکم و کتابہم قلنا
آمننا و سلمنا انہ نور لکم القورانیۃ تصدیق
سبب المعجز اذا صارا بشریہ نور ہا و تعالی
عن کذا فخر البشر لایزال و عاصم
المر لا صلی اصا خیر البشر

انسان ہے ایسا نور البشر ہی خوب کیا ہے کہ بشریہ
علیہ وسلم بشر تو ہیں مگر عام بشر کی انتہی میں بلکہ باقوت
کی طرح ہیں کہ وہ بھی خود تو نور ہے مگر باقوت کہتے ہیں
پھر نہیں کہتے تھے معلوم نہیں کہ ان نور علیہ السلام سے
بشریت کی نفی کیوں کہتے ہیں حالانکہ بشریت ہی کی نسبت
کی تصدیق اور آپ کے معجزات اور خرق عادات کی تصدیق
کا سبب ہے کیونکہ انسان سے جب معجزات صادر ہوں یا
خرق عادات تو یہی تصدیق رسالت کا سبب بنا کر دے
ہیں اگر سبب کچھ فرشتوں سے صادر ہوں یا جن اور
شیطان سے پیدا ہو تو کچھ تعجب نہ ہوگا کیونکہ خرق عادات
فرشتوں اور شیاطین سے آئے ہو سکتا ہے عادی اور ہے
بلکہ معجزہ اور خرق عادات کی حقیقت ہی انسان کے تعلق
قائم کرنے کے ساتھ پیدا ہو کر آتی ہے کہ وہ مرے انسان
انبیاء علیہم السلام کے بغیر ایسا کرنے سے عاجز ہو کر نکلیں
اسی بنا پر معجزہ کو خرق عادات کا نام دیا گیا ہے یہی معجزہ
نبی آدم کی روزمرہ عادات کے خلاف ہوتا ہے وہ یہ طلب
نہیں کہ وہ معجزہ فرشتوں یا شیاطین کی طاقت سے بھی
باہر ہوتا ہے جو فی یہ بھی کہتے ہیں کہ حضرت علیہ السلام زمین کو مالک
خدا نے فرمایا ہے کہ اسے کوئی دیکھتا ہے یا اس اللہ کا نور ہے
اور روشن کتاب قرآن مجید آیا ہے اسے ان کو کھلا ہوا
میں نہیں ہیں کہتا ہوں کہ یہ کچھ تعجب نہ ہوگا
ایمان ہے کہ آپ آریں کو نور ہونے لگا اور دوسروں سے
نے تخلیق کا سبب بنی ہے قرآن کا ہر آیت ہی سے
کل اس کو نور ہونے لگا ہے

ان اتصفت بالنور فالنور انیة
فیه طبعیة لا کسبیة قال الله تعالی
والنور ما انور ما اوقی من کما فتر
الما دیت الی التورانیة بنسبہ بل
خلقہ الله تعالی نوراً فیکون نوراً فیکون
طبعیة و لیس فیہ غریبة و مدح محض
یر قال الله تعالی یدعی الله لنوره
من یشاء فالنور بقدر الصافیة من
الکدر و اما النفا نیت مدح و اعتراف
مدح و کمال اذی کمال و المحجبة القوی
کیف یزعموا الکمال نقصاً و المدح ذمّاً
انتمی و من تلك المسائل مسئلة التعظیم
لغیر الله تعالی قال قوم التعظیم لغیر الله
شراً و کفرّاً و بدعة علی اختلاف اراکهم
قال المؤلف و فقه ربہ لیس یوجب برہمی
افی الفکت کتاباً قبل هذا باعوام و فقیہ
ابو الاموال اربعہ فی تمذیر لہا بین کتبہا
و فکت فیہ باباً عنوا انما لیس اب
الاول فی جواز التعظیم لغیر الله تعالی
و شذذ الکتاب بعد الطبع و وصل
الحامن یدعی العبد من جماعتہ فقال
غیر الله یدخل فیہ الامتنان و الا وثان
تعظیم الامتنان شرک -
اقول عجیب لانا ما قلت

انسان کے بغیر کر کوئی مثل فرشتہ اور انیت سے
موصوف ہو جائے تو اس کی یہ تعریف شمار نہ ہوگی کیونکہ
نور انیت اس میں فطری ہوتی ہے جو میں مثال نہیں کی
چنانچہ ان لوگوں کے کہہ نے چاہا کہ نور بنیاد تو کمال کے کیف
اور نہ فرانیت کی طرف ترقی نہیں کی شہد عدلے اسے
مذہب ہی پیدا کیا ہے تو اس کی نورانیت فطری ہوگی جس میں
نور کوئی تعریف بخشتی ہے اور قابل قدس و روح پیدا ہوتی ہے
عدلے فرمایا ہے کہ خدا جسے چاہتا ہے اپنے نور کو کبھی فہم آیت
کرتا ہے پس یہی بشریت جو انسانی کدورتوں سے مصاف
ہو ایک نئی تعریف اور مدح ہے اور انیت کمال ہے
مجھے اپنے نور کو پسند آتا ہے کہ وہ کیسے کمال کو تعریف کرنا
ہیں اور کس طرح مدح کا لذت بخور رہے میں انہیں مختلف
فہم مسائل میں سے ان کی تفسیر بھی ہے چند لوگوں کو خیال
کہ غیر الله تعالیٰ تعظیم شرک ہے یا تعریف یا بدعت ہے۔ اس میں
ان کی ہر بحث میں بڑا کثرت رسالہ لکھتے (خدا اسے
اس کی توفیق دے جسے وہ پسند کرتا ہے) گوئی اس رسالہ
پچھلے کئی سال ایک کتاب تصنیف کرچکا ہوں جس کا نام
ہے الاصول لا بد فی تدوین الامور جس میں کئی باب ہیں
اور ایک خاص باب میں ان سے لکھا ہے کہ باطل فریضہ
کی تفسیر میں اور وہ کتاب چھپ کر شائع بھی ہو چکی ہے اور
جماعت مخلصین کے اہل علم کے پاس پہنچ بھی چکی ہے کہ
ہم مخالف کتاب ہے کہ فریضہ میں اور برقیات میں
داخل ہیں اسلئے تم ان کی تفسیر کیا کرو حالانکہ صحیح ہے کہ ان
کی تفسیر شرک ہے اور جو ایسے ہیں کہتے ہو کہ میں نہیں کہتا

جمیع غیر الله حق یدخل فیہ الامتنان
اما قال تعالیٰ ان الانسان لبطیخ
ان راہ امتنعی الا تدخل الابیہا علیہم
السلام فی ذلک الانسان و کیف یحکم
علیہم بالمطیعان اما قال تعالیٰ یا
بنی آدم خذوا زینتکم عند کل مسجد
الا تدخل الکعبہ فی بنی آدم و کیف یکن
من یتعبد عند کل مسجد و امثال ذلک
کثیر فی القرآن کافی قولہ تعالیٰ قتل
الانسان ما الکفر و غیرہ ذلک فان
دخل الامتنان فی عہد غیر الله یدخل
الابیہا المعصومون فی المطیعان الکعبہ
فی المساجد بزمعہم فما کان جوابہم
کان جوابنا نعم بعض غیر الله انی
امر الله بتعظیمہ یوجب تعظیمہ اھا
قال الله تعالیٰ و من یطغ یثعنا الله
فانہا من تقوی القلوب و المصفا و
المسروۃ من شعثا الله قال الله
تعالیٰ ان المصفا و المسروۃ من
شعثا الله و ہما اجیلان یقرب
المسوم الیک و قال تعالیٰ والبدن
جعلناھا لک صبرا من شعثا
الله و المسروۃ و المصفا
من شعثا الله قال الله

کہ جمیع غیر الله قابل تعظیم ہیں مگر ایسے بت تعالیٰ
یعنی علیہما السلام تعالیٰ نے یوں نہیں کہا کہ انسان شرف
کرتا ہے جب وہ دیکھتا ہے کہ خود اللہ اپنے نور کو کیا
علیہم السلام نور انسانی میں داخل نہیں ہے اگر
ہیں تو اپنے سرکشی کا حکم کیسے صیح ہوگا عدلے یہ
بھی کہا ہے کہ اسے ہی آدم پر مسجد اور نماز کے وقت
انہی زینت حاصل کرو تو کیا انکار بنی آدم میں داخل
نہیں ہیں؟ اگر وہی تو ہر ایک نماز میں انکی زینت کیسے
ہوگی غرضیکہ اس قسم کی مثالیں فرقان میں بہت ہیں
چنانچہ یہ ایک قد مثال ہے کہ عدلے کہا ہے کہ انسان
بڑا کافر ہے جس سے مراد تمام انسان نہیں اس کے
سوا اور بھی کئی ایک مثالیں ہیں پس اگر غیر الله کے عام
مذا میں بت داخل ہیں تو ایسا سے معصوم بھی حیان
میں داخل کیسے ہوگی اور کفار بھی انکے خیال میں داخل
صلوۃ ہوں گے تو جو جواب تم دو گے وہی جواب تم دینگے
مگر ان جن غیر الله وہی ہیں جن کی تعظیم کا حکم خود
نے دیا ہے ایسے انکی تعظیم واجب ہوگی کیا عدلے
یوں نہیں کہا کہ جو خدا وندی لفظ دل کی تعظیم ہے تو
تعظیم کہنے دل کے تقویٰ کی علامت ہے کہ مصفا
کو درود بھی شکر یا کواہیں چنانچہ خدا تعالیٰ
عدلے کہا ہے کہ بیشک مصفا و ہما شعثا
جو کہ عہد کے قریب وہی ہی تھے ان کے
پہنچے کہتے کہ نہ ہاں وہ ان کے ساتھ تھے

تعالیٰ فاذا كذوا الله عند المشعر
الحرام واحاكان النبي صلى الله
عليه وسلم ينزل الحجر الاسود
اليس في الاستلام معنى التعظيم و
أمر النبي صلى الله عليه وسلم بتعظيم
الوالدين قال الله تعالى في حقها ولا
تقل لهما اف ولا تنههما وقل لهما
قولا كريما وقال ان اشكرن
فوالديك اليس في الآيةين الأمر
بتعظيم الوالدين قال الله تعالى لا
يمسك الا المظهر من المعنى تعظيم الوالدين
قال الله تعالى ولله العزة ولرسوله
والمؤمنين اليس في الآية التعظيم بالمعنى
والمؤمنين قال الله تعالى لا توفوا
أموالكم فوق موت النبي ولا تجهروا له
بالقول كجهر بعصكم لبعض ان تحبط
أعمالكم وانتم لا تشعرون اليس
في الآية التعظيم لرسول الله
صلى الله عليه وسلم اسلم
غير ذلك من الآيات والاخبار
في هذا الباب فان سارتم
احد من التعظيم المشكوك
في كونه فما معنى قوله
الفسخ لغیر الله حرام

ہیں چنانچہ خدا نے کہا ہے کہ شجر حرام (مذکورہ ذیل)
میں اللہ کا ذکر کرو اور اس پر تبتاؤ رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم حجر اسود کو کیا نہیں بوسہ دیا کرتے تھے تو کیا
بوسہ دینے میں تعلیم نہیں ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم
نے توفیق والہین کی تعلیم کا حکم دیا ہے اور خدا تعالیٰ
نے بھی کہا ہے کہ اسے انسان تو اپنے دل باپ کو ان
کے جواب میں یہ بھی دیکھو کہ اُن (نبی) تمہارے کہنے
سے شریعت پر عمل کرنا پڑا اور ونگنا انسان سے بات
کہنی جو نورانیت سے کشا ہے کہ اسے انسان پر
مشکر اور اپنے دل باپ کا بھی مشکر اور کہہنا تو کہ
کیا ان دونوں باتوں میں دلالت کی تعلیم کا حکم نہیں ہے؟
نبی کہا ہے کہ قرآن مجید کو پاک ہی اچھے نگاہیں تو کیا
میں قرآن کی تعلیم نہیں؟ پھر کہا کہ اللہ اور رسول اور
سچوں کے لئے عزت ہے تو کیا اس آیت میں رسول اور
مؤمنین کی تعلیم نہیں بتائی گئی؟ پھر خدا تعالیٰ نے کہا
مومن کی آواز سے نبی آوازیں بلند نہ کرو اور کہی بات
سے کہنی جو تو گستاخی سے اور پی آواز کیسا کہتے کہو بلکہ
کو تم ایک دوسرے کو کہہ بیٹھ ہو۔ وہ قہار ہے نیکو
سب سے پہلے ہو جائیں گے اور تمہیں پہلے ہی نہ گئے گا تو
کہا اس آیت میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم
نہ کی ہے؟ اس قسم کی ادبی بہت آیات ہیں اور
اعادہ ہیں اس معنی کے متعلق بہت ہیں لیکن
تم لکھنا صدقوں کی تعلیم کا وجہ تسلیم کرتے ہو تو
تہیہ اس قول کا کوئی مطلب نہ ہو گا کہ غیر اللہ کی تعلیم

وان اکرم فما معنى الايات
المذكورة وما معنى قوله تعالى و
تعزروا وتوقروا وان اكرم على
ضلالته فحقول الحی قال الله تعالى
أمر آیت من اتخذ الهدى هواه و
اضل الله على علم وختم على سمعه و
قلبه وجعل على بصره غشاوة فمن
يهد الله فانه لا اله الا الله فاذ انزلنا
والجبال والنداب واجب واجب التعظيم
بحكم القران فلا مشك ان اولياء
الله تعالى احياء واهوا واهوا
عباد الله المؤمنين الصالحين كلام
واجب التعظيم وقد مر ما قال
الله تعالى ولله العزة ولرسوله
والمؤمنين اليس الاولياء و
الصالحاء داخلين في شجرة المؤمنين
وقد الذي قال لمن رجعنا الى
الدين فليزج من الاعز منها الاذل
اسراء وحقير من عظم الله تعالى
خدا کا اللہ علیہم بقولہ ولله العزة
ولرسوله وللمؤمنین
وحقیر من عظمہ اللہ تعالیٰ
ویدان اے خیرین
من المؤمنین اما معوا

حرام ہوتی ہے باطنی حرم سے تسلیم نہیں کرتے تو آپ
ہیں آیات مذکورہ بالا کا مطلب سمجھا دیں کیا ہے اور
اس آیت کا مطلب بھی بتا دیں کیا ہے۔ وہ آیت ہے
ہے کہ تم اپنے نبی کی عزت و توقیر نہ کرو اور تم کیا
گمراہی پر ہی آئے۔ ہے تو ہم تمہارے متعلق یہ آیت
پڑھ دیکھو کہ کیا تم ایسے لوگ نہیں دیکھتے جو رسول
پرستی کرتے ہیں؟ اور خدا نے یہ وہ انسان کو گمراہ کر
دیا اور ان کے کان اور قلوب پر پردہ کر دیا کہ وہ
پروردگار کو اپنے تو اپنے خدا کے بعد نہ کوں دیت
وے سکتا ہے؟ پس جب مقامات مقدسہ سارے چاروں
جہوں میں قرآنی حکم سے واجب تعظیم ہے۔۔۔۔۔
تو اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اولیاء اللہ ہیں یا رسول
وہ سارے خدا کے نیکو باندہ بندہ ہے جس اور وہ
واجب تعظیم ہیں چنانچہ نبی پہلے یہ آیت کہ چکا میں
کہ عزت اللہ ہے اور اس کے رسول کی اور رسول کے
ساتھ والوں کی تو کیا اولیاء اللہ و رسول اور مؤمنین
کی جماعت میں داخل نہیں؟ بھلا یہ بتاؤ پس نے کہا
تھا اگر ہم مدینہ میں آجیں آجیگے تو صاحب زلفی
کو وہی سنے گا کہ آجیگے یا نہیں بتاؤں یہ سننا تھا
کہا تھا اور وہ اس سے پہلے اسلام کی آیت
تھے میں کہہ دے گا کہ واجب تعظیم قرار دے گا
نے اُنکی تہذیب میں کہا کہ عزت تو اللہ و رسول کی ہے
مؤمن ہی اُنکی عزت ہے انہیں ان کے
چاہے اس کو خدا واجب تعظیم قرار دے ان کو

قوله صلى الله عليه وسلم لا نصا
 حين جاء سعد بن معاذ
 الله عنه قومه السيد كرفا
 بالقيام تعظيما له فان قيل الا هو
 بالقيام كان لنزوله عن الدابة
 لان مكان من ايضا قلنا سوق الكلام
 يشهد بخلاف ذلك لانه ان كان
 المراد بالامر نزوله عن الدابة
 فالما نسب ان يقول قدما فلان
 وانزل سعدا او قريبا فلان ويا
 فلان وانزل سعدا لكن الامر
 بلفظ الجمع ولفظ السيد في
 حقه برهني الله عنه ينادي يا علي
 الصلوات ان المراجبا مرفوعا السيد
 التعظيم والتوقير آما علموا ان
 الصحابة رضى الله عنهم كانوا شجعان
 في مجلس الشرف كان علي رضي الله
 عنهما وادبه محمد بن ميثاق الى صراط
 مستقيم - ومن تلك المسائل مشلة
 سماع الموقى قالوا الموقى لا يسمعون
 مستند لئن بقوله تعالى انك
 لا تسمع الموقى وقوله تعالى
 واما انت فسمع من خلف القبر
 قلنا المراد بالموقى ومن في القبر

الكفار والمراد من السماع
 سماع قبول والدليل على ان المراد
 من السماع سماع قبول ان الكفار
 ما كان في اذانهم سمع حتى لا يسموا
 كلامه صلى الله عليه وسلم فانهم ان
 كانوا يسمعون في الظاهر لكنهم كانوا
 مخرجين من سمع القبول ومن هذا
 الدواعي قول المصنف رحمه الله عليه
 فان المراد من السماع سماع قبول كما
 يقال ناذت الا حيلزها حتى فدا سمع
 يعني ما سمع بسمع القبول فليس في
 الايتين دليل على عدم سماع الموقى
 بل فيهما دليل على سماع الموقى لان
 المشبهة وهما الكفار يسمعون فكيف
 يشبهون لا يسمعون فكما ان الكفار
 يسمعون في الظاهر كذلك الموقى يسمعون
 في الظاهر واما سماع القبول فالكفار
 مخرجون عنه لانهم لم يسمعوا الموقى
 مخرجون عنه لعدم قدرتهم على الجواب
 فكما انهم ما سمعوا ولا حتى الايتين
 انك لا تسمع الموقى ولا تسمع من
 في القبر انك لا تسمعهم بل الله تعالى
 يسمعهم على حد قوله تعالى انك لا تعلم
 من اسمايت ولكن الله يعلم من يشاء

مردوں اور قبروں سے مراد یہاں کفار ہیں اور
 سننے سے مراد تصدیقی سننا ہے اور اس امر کا ثبوت
 کہ یہاں سننے سے مراد تصدیقی سننا ہے یہ ہے کہ کفار
 کے کانوں میں یہاں نہ تھا کہ حضور علیہ السلام کا کلام نہ سُن
 سکتے پس وہ اگرچہ بغیر سننے تھے لیکن تصدیقی سننے
 سے محروم تھے۔ اسی محاورہ کے مطابق ہے نمازی کا یہاں
 کہنا کہ سمع اللہ لمن حمد خدا اس کی بات ان لیتا آ
 جو اس کی تعریف کرتا ہے یہاں بھی تصدیقی سننا مراد ہے
 اسی طرح یہ محاورہ بھی ہے کہ میں نے میری حاجت
 روانی کے لئے پکارا مگر اس نے یک دہی نہ سنی میری
 پکار کو منفرد نہیں کیا پس دونوں آیتوں میں مردوں کے
 نہ سننے کا ثبوت نہیں ملتا بلکہ ان میں سماع موقی کا
 ثبوت ملتا ہے کیونکہ یہاں کفار مردوں سے مسافر
 مانا گیا ہے حالانکہ یہ سننے تھے اور وہ نہیں سننے تھے
 تو یہ مساوات کھینچ ہوگی ؟ تشبیہ تب ہی صحیح ہوگی
 کہ دونوں ہر سننے تسلیم کئے جائیں حقیقت یہ ہے
 کہ میں طرح کفار بغیر ہر سننے میں تو مرفوع ہی بغیر سننے
 میں مگر تصدیقی سننا دونوں میں نہیں کیونکہ کفار کا
 قلبی کی وجہ سے اس سے محروم ہیں اور مردے اس
 اس لئے محروم ہیں کہ وہ جواب نہیں دے سکتے لہذا
 وہ بھی نہیں سننے اب دولایت کا مفہوم نہیں ہے
 کہ آپ تو ان کو نہیں سنا سکتے مگر خدا ان کو سنا
 گیا اور خدا ہے کہ آپ تو اسے ہر وقت سنا
 سکتے تھے آپ اپنے آپ نہیں لیکن خدا جسے چاہے

وقد نص في القرآن ان الله صميم من يشاء وماء من جسمه من في القلوب
 من جملة الى الكلام في اصل المسامح
 فنقول ان المسامح والنظر والصلح
 والبشرى والمشى وجميع الاضال
 الالهية وظيفه الروح بجاء لدر
 الحواس والمواضع ما دام في حالة الحيوة
 وبدون معاونة الحواس الى الموضع بعد
 المرات ومعدلات فذلك حالة النوا
 فان النوم يعطل فيه الحواس انظاره
 والباطنة والمواضع من اصل الروح
 ليخرج ويصير وينظر ويكلمه ويبش
 ويلتفت بالمستلزمات ويألو بالموثوق
 فاصارح الاحياء مع جسمها في البقاء
 تفعل جميع ما ذكر في النوم فاصارح
 الالهوات المطلقات من جسم البدن
 كيف لا تقدر على ما تقدر
 عليه في حالة جسم البدن
 فلذا قيل النوم اخ الموت نعم
 ارواح الكفار المحبوسين
 في الدركات هردمون من
 الاوسر انكاس مشغولون بنتائج
 سوء اعمالهم وكذا الفساق
 ان لسوء حرمهم ربحهم

ومن ذلك المسائل مسئلة التوسل
 عند الله تعالى باسراج الصلح
 من عبادة احياء وامواتا وهذه
 المسئلة لها خروج الفرع الاول
 بان ينادى سربك ويتوسل
 بروح الصالح من عبادة المقربين
 لها به نحو قولنا اللهم اني توسل
 اليك بروح سيدنا رسول الله
 صلى الله عليه وسلم او بروح الشيخ
 الفلاني وهذا النوع جائز لا حيفار
 عليه عند كافة الامم المرحومة
 الا من اعى الله قلبه وختم على
 سمعه وبصره وقد هذا اما الله
 تعالى اني هذا بقولنا ايها الذين
 آمنوا اتقوا الله وابتغوا اليه
 الوسيلة فلنفل اتقوا الله قبل
 الامر يا بتغوا الوسيلة تشيرون
 الحق والبر بابتغاء الوسيلة الى
 حشر قد مد تعالى وتعليم الا ديب
 لعباده بتقديهم الوسيلة كان طلب
 المستحلى من الكا بر الوقت
 طائفا لا يكون بدون تقدر يسر
 الوسيلة من المهاد ايتا وتغاة
 حشر ب هذا كذا لك طلب

میں مصروف وبتلا رہتے ہیں مختار ذریعہ میں
 میں سے ایک توسل کا مسئلہ بھی ہے کہ آکا اللہ کے
 نمک بندوں کی روحوں کا خواہ و مرغہ ہوں یا
 مردہ خدا کی بارگاہ میں وسیلہ بنایا جائے اور اس
 مسئلہ کی دو صورتیں ہیں اول یہ کہ انسان خود کو پکارے
 اور بارگاہ الہی کے صالح بندوں میں سے کسی ایک
 کو اپنا وسیلہ بنائے بشکل یہ کہ یا اللہ میں تیری
 بارگاہ میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی
 روح مبارک کا وسیلہ لاتا ہوں یا یوں کہے کہ فلاں
 شخص کی روح کا وسیلہ لاتا ہوں یہ صورت بلا شبہ جائز
 ہے تمام امت محمدیہ کے نزدیک اور اسکا وہ تھا
 ہے جس کے دل کو خدا نے اذہا کیا ہوا ہے اور اس کے
 کان اور آنکھ پر ہر کڑی ہے اور اس میں خدا نے تعالیٰ
 نے اس آیت سے ہدایت کار استرشاد ہے کہ تو
 ہر ایمان لائے ہو خدا کے مذاب سے خدا اور اس کی
 طرف وسیلہ نہات طلب کرو اس آیت میں وسیلہ
 طلب کرنے سے پہلے یہ نغذہ ہے کہ اللہ کے مذاب سے
 ذرہ اس میں یہ اشارہ ہے کہ خدا کی مقدس بارگاہ
 میں وسیلہ طلب کرنے پر شوق دلایا گیا ہے اور اس
 واجب قرار دیا گیا ہے وعبدا اللہ کے وسیلہ چاہی
 سے اللہ کی تعلیم دکھائی ہے کیونکہ دنیا ہی اللہ
 سے ہونا اور حاجت طلب کنوں ہی ہونا ہے کہ
 یا تم کو وسیلہ بنایا جائے یا کسی شے کی مدد
 دین کی جائے اس کی روح میں جنگ کے دل میں

المستوفى من الملائكة العلما لا يصلح
 الا بتقدیم الوسيلة وادق الدلائل
 وحسن الهدایا الى الغنى المتعالي
 التوسل باسرار اح الصالحين
 من عباده قالوا التوسل بالمعصومين
 في القرب انما يكون بالاعمال
 لا بالابدان مستدلین بحدیث
 المشلا تذا الذین حبسوا فی الغما
 قلنا انما يجوز التوسل بالاعمال
 كذا لثبوت یحیی بالابدان كما
 توکل سیدنا القاسم ووق
 مرعی الله عند عام قطع المظفر
 بسیدنا العباس رضى الله عنه
 ولان التوسل بالاشخاص
 حقيقة هو التوسل بالاعمال
 ذلک الشخص لا جسمه
 الظاهر فصلا التوسل
 بالاشخاص توکلا بالاعمال
 الفروع الثانی من التوسل
 بان ینادی فی سرور احد
 من عباده الله الصالحین بان
 یقول یا سیدی رسول الله
 اغثنی او یا سیدی الشیخ
 الغلافی احدی ففی تفصیل

ان کان مراد القائل التوسل اعنی بذاته
 للعبد الصالح بطریق الجائر وبعلم
 ان المعطى والمانع هو الله تعالى و
 العبد الصالح وسیلة الى حضور قدس
 وبعده نفسه احقر من ان ینال
 مرتبه فذلک جواز لان الاعمال بالذات
 وکل امرئ ما ھو فی الله تعالى ھو
 المعطى والتوسل الى الله علیه وسلم
 ھو القاسم وقد جرت العادة للعقلاء
 والمحتاجین باظهار فقرهم للقاسم
 لا المعطى ویتفرع علی هذا المبحث
 مسئلتان جواز تارة التوسل بغير جواز
 قالوا لا يجوز تارة التوسل بالاعمال
 اعتقده فقد اشرک بالله تعالى قلنا
 ما مرادهم بالتوسل التوسل من النظر
 ام التوسل من القلب فان کان الاول
 التوسل من النظر فالله تعالى
 غائب عن النظر قال الله تعالى
 لا تدرس الا بصا وھو
 يدسك الا بصا فلا یجوز تارة
 ان یقول یا الله وان کان مرادهم
 التوسل من القلب فالله تعالى حاضر
 فی قلب کل مؤمن بدلیل القلب و
 رسول الله علیه وسلم ایضا حاضر فی قلب

کونکس کی مراد ہوا ہے یعنی جب وہ ایک بندہ کو
 کھاتا ہے تو مجازی طریق پر کھاتا ہے۔ اور وہ بھی جانتا
 ہے کہ خدایا دینا ہے یا وہ کتاب ہے مگر عہد صلح ایمان
 میں وسیلہ ہے کیونکہ وہ خدایا دینا ہے اور وہ بھی جانتا ہے کہ
 میں اس امر کے لائق نہیں کہ خدایا کوئی مالکیت پر ہوتی
 تو یہ صورت جائز ہوگی کیونکہ مال کی بنیاد نیست پر ہوتی
 ہے اور انسان کو نیست کا عقل ملتا ہے خدا دینا والا ہے
 اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خدا کا حبیبیت تقسیم کرنے والے
 ہیں اور وہ مستحق ہیں کہ فقیر اور محتاج تقسیم کرنے والے
 کے پاس اپنی ضرورت پیش کیا کرتے ہیں اور اصل سنی کی بدست
 میں پیش نہیں کرتے۔ اسی بحث سے ایک اور مسئلہ بھی حل
 ہو جاتا ہے کہ غائب کو کچھ مانع ہے یا نہ جانتا تھا
 کہتے ہیں کہ جانتا ہے کہ غائب کو کچھ مانع ہے یا نہ جانتا تھا
 ایسا عقیدہ رکھتا ہے وہ خدا سے شریک کرنا ہے مگر ہم کو چاہیے
 میں کہ غائب کے اندر سے تبارک مطلب ہے یا یا وہ
 آدمی جو نظر سے غائب ہو یا دل سے غائب ہو
 مگر نظر سے غائب مراد لیتے ہو تو خدا ہی نظر سے
 غائب ہے کیونکہ قرآن مجید میں آیا ہے کہ خدا کو نظر
 و یافت نہیں کر سکتی اور وہ بندوں کی نظر کو نہ
 کر لیتا ہے۔ تو کسی مخالفت کو بھی نہ کہنا جائز ہے
 وہ کہتا ہے اللہ اگر مخالفت کی مراد اس سے ہے تو
 ہے جو دل سے پوشیدہ ہو تو خدا تعالیٰ تو غائب کے
 قلب میں حاضر ہوتا ہے اور کسی غائب کو بھی نہ کہنا
 خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہوا کہ ان کے قلب میں

کل مؤمن بہ و لیس بغائب فہو
 ینادی الی من فی قلبہ وحاضر
 القلب اعلی و اعلی من حاضر النظر
 فما بقی للغائب محل یمنعون
 اللہ اعلم بہ و اما قولہم
 فاللہ تعالیٰ یسمع و البقی علی اللہ
 علیہ وسلم لا یسمع ففیہ بحث
 لیس ہذا محل نشر و قد
 سبق فی مسئلۃ سماع المونی
 نیز اھذا و لکن استدلال البقی
 علی اللہ علیہ وسلم لا یسمع
 فنقول فاللہ تعالیٰ مع قول افاضل
 یا رسول اللہ اغشوق و ہا سمع لا
 سئل الی الثانی فاذا سمع من عبد
 الغناء لمحبیہ و ہفتہ و استغاثتہ
 برسولہ الذی عن بالمرئین ہر وف
 جہیم الیس یفتقن کس مرئینا حاج مطلق
 اخذ قلت لعمدہو المطلق ان قلت
 لا فغلیک بالبرہان و ایضا فی الحدیث
 الذی اخرجہ البغدادی فی صحیحہ عن ابی ہریرۃ
 انہ قال یسئل اللہ علی اللہ علیہ وسلم
 ان اللہ تعالیٰ قال من عادی فی و لیس
 فقل آذنتہ بالحرب و ما
 تقرب الی عبد بشئ

احب الی ما افترضتہ علیہ لا ذال
 البعد بتقرب الی بالثبوت حتی
 یجیلہ فاذا احببتہ کنت معہ الذی
 یسمع بہ و جہہ الذی بیصر بہ و لیس
 و انما اقرب الیہ تعالیٰ من جہیبہ
 علی اللہ علیہ وسلم ثم اذا سمع بسمعہ
 تعالیٰ و بیصر بصرہ تعالیٰ فکیف
 لا یسمع من یناد یدین قریب او
 بعید فان ذلک القرب و البعد اما
 ہو باعتبار لا باعتبار ما عطف اللہ
 علیہ وسلم و ہذا مشاہدہ لکفایت
 عینا بصیرتہ بالانوار الالہی انتہی
 و کنت تلک المسائل مسئلۃ تریارۃ
 قبوس الانبیاء و الادیاء قالوا
 السفر لیس یارۃ القیوم و انکان
 قبوس جموں اللہ علی اللہ علیہ وسلم
 بد عزا و شرک باختلاف اقوالہم
 و ہا ادھر کیف یجوزون علی شرک
 جمیع الاحتمال لدن غرہ علی
 اللہ علیہ وسلم الی ہذا الوقت و
 قد قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم
 لا یجتمع اھتق علی الصلۃ لہ
 و یدا اللہ علی الجاحدہ و علقہ ان
 من خال لا خیر المؤمن یا کما حضر

نہیں کہ جو میرے فراموش ہیں ان کو وہ ادا کرے۔
 ای طرح یہ ابتداء و ثبوت سے میرا مقرب بنتا چلتا
 ہے۔ یہاں تک کہ میں سے اپنا محبوب بناتا ہوگا
 تو پھر میں خود اس کی قوت سماعت میں جاں ہوں تو
 وہ میرے ذریعہ سے سنتا ہے اور اس کی بصارت
 میں جاتا ہوں تو وہ مجھ سے دیکھتا ہے۔ اور بتاؤ خدا
 کا بڑا مقرب اس کے جہیب رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم سے ہر جگہ کون ہے تو ثابت ہو کہ حضور
 میرا سلام خدا کی سماعت سے سنتے ہیں اور ہی کی
 بصارت سے دیکھتے ہیں تو پکارے و انوار قریب
 یا بعید آپ اس کی پکار کیوں دہنیں گے؟ یہ کہ مقرب
 و بعد کا فرق تو ہمارے متعلق ہوتا ہے حضور علیہ السلام
 کے متعلق نہیں ہوتا اس کا شاہد وہ شخص کر سکتا
 جس کی دو نو آنکھوں میں نور الہی کا شمع تھا ہوا ہو۔
 متذکر فی مسائل میں سے ایک مسئلہ قبور انبیاء و اولیاء
 کی زیارت کا بھی ہے۔ مخالفین کہتے ہیں کہ زیارت
 قبور کے لئے سفر کرنا بدعت ہے۔ اگرچہ وہ قبور رسول
 خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی ہو بعض کہتے ہیں وہ شرک
 ہے۔ بہر حال ان کا آپس میں بڑا اختلاف ہے کچھ مسلم
 نہیں ہوتا کہ وہ کہتے تو امت محمدیہ کو شرک کا عذاب
 جرات کر لیتے ہیں جو عہد رسالت سے پیکر اب اللہ تعالیٰ
 آئی ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
 امت محمدیہ تفرق نہ ہوگی اور اس ہامت ہذا اللہ تعالیٰ
 اور یہ معلوم ہے کہ جو شخص کسی دین کو نہ سمجھتا ہو

فقد جاء به احد هاتين النكتتين
فقط قطع النظر عن الاحاديث في باب
زيارة القبور اذ قال العلماء نقول
اما قال الله تعالى ولوا منهم ذلوا
الفسهم جاؤك فاستغفروا الله
استغفروا الله عن ما فعلوا
قائلا رجونا فقل قد سبحا الله تعالى
بجنتهم في حال العيش فكما اقولها و
تقبلت بجنتهم من قريب او بعيد كما قرئ
بل هي عام الدلالة في حياته بعد موته
من قريب او بعيد اجمع اذ قد جاء
او حديثا بجواز زيارة القبور و
تدعيم زيارة القبور بفعلها فحق
زيارة القبور نفع للميت بالمال و
بالمنفعة واهداء ثواب المقرأة له
و دفع للنزاع بالثبوت والتشوي للموت
و شفاعته في حق الصالحين في حق
شأنهم ولا عبادة بفعل بعض الجهاد
من السجود لقبور الاولياء او
الطوائف بالقبور فان كلامها
حرام والاحرام على اهلي
البصيرة ان يعلموا هم
اداب الترابية ولا يمتنعون
من اصل الترابية الا ترى

ان ضريرا فاذا البصر دخل مسجدا
وصل الى غير القبلة فالاحرام على
اهل البصيرة ان يعلموا ويحذروا
رجوعهم نحو القبلة او يمنعونهم من الصلوة
اصلا واحدا استبدلا لهم بغيرها
تشد الرحال الا الى ثلاثة مساجد
فانهم مخصون بالمساجد وسر في
بعض روايات الحديث لفظ المسجد
بقوله عليه الصلوة والسلام لا
تشد الرحال الى مسجد الا الى
ثلاثة مساجد فان شد الرحال
الى القبايل والغزوات ونحوها
صاحوا بشرع المشرع ولا ينكر
الا الجاحد الغبي قال الله تعالى و
اتخذوا من مقام ابراهيم مصلى و
مقام ابراهيم من آثار الصالحين
فاذا كانت آثارهم مصلى بالصلوة
فيها فاطنك بغير تصحيم الشرعية
اذ المكن القبور محاذية القبلة
وقد تلك المسائل مسئلة الشفاعة
فالشفاعة غير ممكنة فانها ان تكون
الا بان يكون الشفيع وجها عند الله
تعالى او يكون محبوبا لله تعالى وهذا
هو الذي حق الله تعالى والشفاعة
لنفسه من غير ان يكون له شفاعة

تم ليس ويكفي كجيب تاثير مسجد من ان كان له شفاعة
او قبله ربح ليس هو تاثير مسجد من ان كان له شفاعة
سے کرنا سے بتائے اور اس کا اثر قبلہ کی طرف کرے
یا یہ فرض ہوگا کہ وہ اس نماز سے روک دیں مگر
ان کی یہ دلیل کہ حدیث میں ہے کہ تین مسجدوں کے بغیر
کسی اور مقام کی طرف سواری پر سفر نہ کیا جائے تو کہ
کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث مساجد سے مخصوص ہے۔
جیسا کہ اس حدیث کی بعض روایات میں مسجد کا لفظ
لفظ موجود ہے۔ چنانچہ آپ نے فرمایا ہے کہ کسی مسجد
کی طرف شہ نہال یعنی سفر نہ کیا جائے سوائے تین مساجد
کے اور تجارت اور عبادت وغیرہ کی طرف سفر کرنا خود
شریف میں مذکور کیا ہے جس کا انکار حدیث و ہرم ہو
وقوف کے ساتھ کوئی نہیں کر سکتا۔ دیکھو وہاں کا فقرہ کہ تقاضا
ابراہیم علیہ السلام کو اپنی نماز کی جگہ بناؤ اور مقام ابراہیم
صالحین کے آثار میں سے ہے۔ تو جواب ایسے آجیاد
میں نماز ادا کرنے کا حکم ہے تو ان کے مزارات کے متعلق
تھا راجح امت کے لئے یہ خیال ہو سکتا ہے۔ بشرطیکہ
ان کے مزارات شریف نماز کے قبلہ کی طرف نہ ہو
مقتدار فی مسائل میں سے ایک مسئلہ شفاعت کا
بھی ہے۔ مخالفین کہتے ہیں کہ شفاعت ناممکن ہے
کیونکہ شفاعت کسی صورت میں ہو سکتی کہ شافع
ہو یا خدا کا محبوب ہو اور یہ دونوں خدا کے پاس
محال ہیں۔ تیسری صورت شفاعت خدا کے واسطے
اور یہ کہ نفی شفاعت کے جواب ہے کہ اگر کوئی

بالاذن فہی کلا شفاعتہ کا نہ ہون لاکھل
 انکبار و کلا لمصر بن علی المصفا
 و بعض المصفا ان قاسرہا التوبہ
 والقدامة فی محمد بر ولا یستطیع
 العفو بلا سبب فی اذن لمن یشاء
 بشفاعتہ و بعضہ بر حجتہ انہی مقید
 اقول اذ لا نسلم ان شفاعتہ الای
 اوالمحبوب علی ان علی اللہ تعالیٰ الخوف
 من التفتیح والاکبر من عدم رضاء
 محبوبہ بل بحسن فضلہ و کرمہ علی
 برہم لہ خواص عبادہ و تانیث
 نبوت و جاہتہ الذی علی اللہ علیہ
 و منلی فی حضرۃ سر بہ الاعلیٰ و
 محبتہ لہ قال اللہ تعالیٰ فی حق
 سیدنا عیسیٰ علیہ السلام و جہما
 فی الدنیا والاخرۃ و من المقربین و قال
 اللہ تعالیٰ فی حق سیدنا موسیٰ علیہ السلام
 فابوہ اللہ عما قالوا و کان عند اللہ
 و جہما فاذا کان سیدنا عیسیٰ علیہ السلام
 و سیدنا موسیٰ علیہ السلام و جہہین و
 من المقربین فسیدنا رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم اولیٰ و احق
 بذلک قال اللہ تعالیٰ و کان
 عند اللہ علیک علیہا و قال تعالیٰ

من انکم تنتم تحبون اللہ فاتقونی
 عبدکم اللہ فاذا کان الذاب لہ
 ہو یا عند اللہ تعالیٰ افلا یکون
 المنعوم محبوبا عندہ تعالیٰ و قال
 علی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و انا
 حبیب اللہ فاذا ثبت و جاہتہ
 عند اللہ تعالیٰ و محبتہ
 مولانا لرفا فی مائع من قبول
 شفاعتہ و قال علی اللہ علیہ
 وسلم اعطیت الشفاعۃ قال اللہ
 تعالیٰ عسی ان یعطیک مرتبک
 عقابا ماحصودا و اجمع المفسرین
 بان المراد بالمقام المحمود فی الشفاعۃ
 الشاہدی مرجعنا الی القسم الثالث
 من الشفاعۃ فنقول اولاً ان الشفاعۃ
 و طلب المغفرۃ لاحد فی الشفاعۃ
 و قد امر اللہ تعالیٰ انبیاءہ
 علیہم الصلوٰۃ والسلام
 و طلب المغفرۃ لامرئ
 قال مستینا ابراہیم علیہ
 السلام و علیہ السلام و بنا
 انصر فی ولوالد عی و
 امشوا ملین یوم یقحم
 الساب و قال سیدنا

آپ فرمادی کہ اے مومنین اگر تم خدا کے محبوب بننا
 چاہتے ہو تو میری بھاری کرد متب خدا تعالیٰ
 تم کو بھی اپنا محبوب بنائے گا۔ خیال کرو کہ جب
 تابع محبوب الہی ہو تو مقبول کیوں محبوب الہی
 ہوگا۔ حالانکہ خود رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے
 فرمایا کہ میرا خطاب محبوب الہی ہے۔ تو جب کسی
 وجہات خدا کے دربار میں ثابت ہے اور خدا کی
 محبت بھی ثابت ہے تو آپ کی شفاعت کے
 منظور ہونے میں کیا کسر باقی ہے اہ آپ نے
 یہ بھی فرمایا ہے کہ مجھے خاص طور پر شفاعت کر
 کا مرتبہ عطا ہوا ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے فرمایا
 ہے کہ عنقریب خدا آپ کو تمام محمود پر پہنچا دے گا۔
 اور تمام مفتہ بن کا میں پراقت ہے کہ مقام محمود
 سے مراد شفاعت کبر ہے اور ہم شفاعت کا
 مرتبہ ہے۔ اب وہی شفاعت کی تیسری قسم تو
 اس کے متعلق ہم یوں کہتے ہیں کہ شفاعت کا
 مطلب یہ ہے کہ کسی کے لئے استغفار اور
 طلب مغفرت کی جائے اور یہ ثابت ہے کہ خدا
 تعالیٰ نے خود اپنے انبیاء علیہم السلام کو حکم دیا
 ہوا ہے کہ اپنی اپنی امت کے لئے فائز مغفرت
 طلب کریں۔ چنانچہ حسب حکم خداوندی حضرت
 ابراہیم علیہ السلام و مت دہا ہو کہ خدا تعالیٰ
 اے آدم سے وہ مجھے بخش دے اور اے آدم
 اور مومنین کو بخش دے کہ میں نے تم کو قاتل

موسیٰ علیہ السلام انت
 ولینا غفر لنا و امرحنا
 وانت خیر العالین
 وقال سیدنا عیسیٰ علیہ السلام
 ان تعذبهم فانهم عبادک
 وان تغفر لهم فانک انت
 العزیز الحکیم فطلب لهم
 المغفرة بالطف الا لفاظ
 قد امر الله تعالیٰ حبیب یقولہ
 وصلى علیہم ان صلواتک
 ممکن لهم فهذا هو
 الامر والاذن بالشفاعة
 وقال تعالیٰ ولوانهم
 اذ ظلموا انفسهم جاؤا
 فاستغفروا واللہ و
 استغفر لهم الرسول
 لوجدوا اللہ توابا
 رحیما فہل
 لا استغفار لرسول
 معفو الا الشفاعة
 وقال تعالیٰ
 واستغفر لذنبک و
 المؤمنین والمؤمنات
 اللہ یعلم

جناب موسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ یا اللہ تو
 ہمارا مہربان ہے ہماری مغفرت کرو اور ہمارے
 اور تو کا مغفرت کرنے والوں سے بہتر ہے اور
 حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں - یا اللہ اگر
 میری امت کو تو عذاب کرے تو کوئی چارہ نہیں
 کیونکہ وہ میرے بندے ہیں اور اگر تو ان کو معاف
 کر دے تو میری شان کے شایان ہے کہ تو
 عزت و کثرت کا مالک ہے دیکھو آپ نے کن نرم
 نفوس میں مغفرت طلب کی ہے اور خدا تعالیٰ
 نے اپنے حبیب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد
 کیا ہے کہ اپنی امت پر شاد بخاندہ اور دعا ہے
 کرو کیونکہ آپ کی دعا کے خیر ان کے لئے باعث
 شکیں ہے پس یہی حکم ہر اور اذن بالشفاعة
 ہے۔ پھر ارشاد ہے کہ جب انہوں نے اپنی جان
 پر ظلم کیا ہے پس اگر آپ کے پاس آجائے
 اور خدا سے معافی مانگے اور آپ بھی جمیئت
 رسول اللہ ہونے کے ان کے واسطے معافی مانگے
 تو وہ ضرور دیکھتے کہ خدا تعالیٰ بڑا مہربان اور
 توبہ قبول کرنے والا ہے پس انبیاء علیہم السلام
 کے استغفار کا یہی مطلب ہے کہ وہ اپنی امت کے
 لئے شفاعت کریں چنانچہ خدا نے نبی کریم صلی
 علیہ وسلم کو ارشاد کیا ہے کہ اپنی کوتاہیوں کو
 پردہ پوشی طلب کرو اور زین و مرواہل ایمان
 کے لئے مغفرت طلب کرو۔ کیونکہ خدا تو بہار سے

مغفرت کرو و مشا کہ وہ فلیس الا من لا یستغفر
 الا اذن بالشفاعة یا توکن لوجہ
 لان الامر و کذا من الاذن بل صلی
 علی عوام المؤمنین بالاستغفار
 لاخوان من المؤمنین بقولہ تعالیٰ و
 الذین جادوا من بعدکم یقولون مرہنا
 ففعلنا و لاخواننا الذین سبقونا
 ایمان وقال تعالیٰ ولسوف یعطیک
 ربک فترضی و عند اللہ حق لا ینک
 الخلف و لن یخلف اللہ وعدہ ہر سہ
 و اعلم انہی صلی اللہ علیہ وسلم علی
 و قد مر فی مقال اعطیت الشفاعة
 بقض الامتی و نقول ۱۴۱۱ ما یقولون
 لصلواتکم ربنا اغفر لی و لوالدینک
 المؤمنین یوم یقوم الحساب من اذن
 لک فی دعاء المغفرة للوالدین و
 المؤمنین البس هذا الدعاء شفاعتہ
 فان قلت اذن لنا المشارع نقول
 ان المشارع بالشفاعة لکذا فی المؤمنین
 لہو اذن لجیبہ و صفیہ صلی اللہ
 علیہ وسلم ہا تو ابراہان کہ
 ان کنتم صادقین و احبا
 فوالہم الشفاعة لا تکنون
 لاهل الکتاب الا للحقین

حرکات و سکناات سے خوب واقف ہے پس امر
 بالاستغفار ہی اذن بالشفاعة ہے اور اذن ہی ثبوت
 نور کا ہے کیونکہ امر کرنا اذن دینے سے زیادہ زیادہ ہوتا ہے
 صرف یہی نہیں بلکہ یہی دیکھو کہ خدا نے ان مسلمانوں کی مغفرت
 ہی کی ہے کہ اپنے مسلمان بھائیوں کی مغفرت طلب کرتے ہیں
 چنانچہ ارشاد ہے کہ جاہل ایمان بعد از آئے وہ کہتے ہیں کہ
 یا اللہ میں بخش اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی بخش دے تو تم
 پہلے ایمان لا چکے ہو پھر ارشاد ہے کہ یہی کہم صلی اللہ علیہ وسلم
 خدا آپ کو ارشاد کرے کہ آپ ہی ہوا چاہئے اور خدا کا وعدہ ہے
 اس میں خلاف وعدہ کی گنجائش نہیں کیونکہ میں نے خود کہا ہے
 کہ اللہ اپنے رسولوں سے وعدہ غلطی نہیں کرتا۔ یہی وہ
 پر ہر ہر سر کرتے ہوئے حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے و فعل الخوف
 کے نفوس میں کہ کچھ شفاعت کا عیدہ دیا ہوا ہے کہ ہر
 پوچھتے ہیں کہ کسے اہل ایمان کیا تم اپنی غائبیوں سے دعا نہیں کیا
 کرتے کیا اللہ بھیکش میرے والدین کو بخش اور قیامت تک
 دن مسلمانوں کو بھی بخش۔ اب بتاؤ تم کو دعا کے مغفرت کیلئے
 کس اجازت دی ہے کہ تم والدین اور مسلمان کیلئے دعا کے
 مغفرت کرتے ہو؟ یہ بھی بتاؤ کہ کیا یہی مطلب حضرت شفاعت
 ہے؟ میں اگر تم یوں کہو کہ اللہ ہی اجازت بخشی ہے تو ہم
 پوچھیں گے کہ یہ ممکن ہے کہ اللہ تو شفاعت کی اجازت نہ دے
 اہل ایمان کے لئے اللہ مغفرت کو اور دعا کے لئے اللہ ہی
 خمسہ اللہ ہی کہ کو باریت بخشی؟ اگر جواب ہے کہ ہاں
 صداقت ہے تو اس دعا کی کوئی دلیل نہیں کہ اللہ
 یہ قول کر رہا ہے کہ کچھ شفاعت نہ ہوگی۔

فذلک مکابرة و مخالفة للشرع
 قال الله تعالى و اطعموا الفقار و
 المعتور قال تعالى انفقوا مما رزقناکم
 من قبل ان یاتی الیکم الایام فید و لا
 تخسر ولا تشغل و قال تعالى و ما تم
 من نفقة و نذیرکم من نذر فان الله
 یعلم و قال تعالى و اقموا الصلوة و
 اتوا الزکوة و اقرضوا الله قرضاً حسناً
 و ما تعدوا الا انفسکم من غیر تعد و
 عند الله هو خیر و ادا عظم اجر و قال
 تعالى و یطهون الطعام علی حبہ سنکفا
 و یطهوا و اسیر و ان منعوها النعین
 الاوقات فتعین الوقت لا یصرف
 الامور بالمباحة الا ترى ان الشارح
 علیه الصلوة و السلام امره بصوم
 یوم عاشوراء و امره بصوم ست من شوال
 و امره بالتمجد فی الیل و صلوة الاشراف
 و انقضی فی الاوقات المعینة و امره
 بالحقیقة فی الامور السالیه من ولادة المولود
 و فیوها فین للاموور بالمباحة اوقات
 معینة و انقصود من تعین الایام لاسر
 اجتماع الناس من النواهی بلا کلفة
 لا غیر فان منعها لعدم ایصال الشواہ
 فذلک باطل عقلاً و نقلاً و کیف فی المقصود

ہو تو یہ کج فہمی ہوگی، اگر شریعت کا کلام فہم کیا کیونکہ خود
 حکم دیتا ہے کہ سوائے وغیرہ والی جہتوں کو کھانا کھلاؤ
 و میں فرماؤ کہ جو اس کے لئے کھلا دے اس سے بھر پور کر دے
 کی ماہ میں بیشتر اس کے کہ وہ دن آئے جس میں از غریبہ
 ہوگی نہ دوست نہ کام نہ بیوی اور وہاں کسی دوست کی خاطر
 کام آئے گی۔ و میں فرماؤ کہ کچھ تم انکے باہر میں شمع کو گئے
 ہو یا مذہبیہ ہو خدا سے ہانتا ہے یہ بھی بدشاہ ہے کہ
 خادیاں ناغہ ادا کرو اور کھانا دیکر اور اللہ کے قرض حسنہ
 اور جو خیرات تم اپنے لئے پیشگی میسر گئے اسے خدا کے یہاں
 بہرہ دے اور اس کا ثواب بہت یاد گئے یہی قولہ کہ روز
 کھانا کھلاؤ میں سیکھیں اور تمہیں اور قیدیوں کو کھرج
 ان کو خود اس بعد کے تو اہل جو اگر نمازین نہیں وقت
 کی وجہ سے عرس کو حکم کہتے ہیں تو غلط ہے کیونکہ تعین
 وقت اور بیان میں نہیں ہوتی اسے تم یہ نہیں
 دیکھتے کہ حنفیہ علیہ السلام نے یوم عاشوراء کے روز کا اپنی
 امت کو حکم دیا تھا اور شوال کے چھ روزوں کا بھی حکم دیا
 تھا اور اس کو خاندانِ محمدیہ حکم دیا تھا اور صلوة اشراف کا
 صلوة معنی کا امان کیے اوقات متعین ہیں اور حکم دیا گیا
 کے بعد ان کو یہ مانجے کا عقیدہ دیا جائے وغیرہ و یہ ان
 سب میں آپ نے وقت مقرر کر دیا ہے ان میں ان تعین وقت کو
 میں اصل مقصود یہ ہوتا ہے کہ لوگ جہاں تک ممکن ہو ہر ایک
 اس کے سوا کوئی اور مقصد نہیں ہوتا اگر وہ اسلئے منع
 کرتے ہیں کہ نہایت کو ثواب نہیں پہنچتا تو یہ بالکل غلط ہے
 نہ اسے عقل یا حق ہے نہ کوئی نص تسلیم کرتی ہے اور ہر

حدیث بطورام معنی فان اعداء قواب
 العمل للغبیضاً و حیثاً جازیل ماہر
 بسا لا تری ان الحجر عن الغیر عند علم
 القدیر و مرجعہ للشرع کما امر الشارح
 علیہ الصلوۃ و السلام المرأة المساکلة
 عند انصرافہ من منزل لفت حاکم جہۃ الخیر
 و اما الموالید ہستینھا الذی یثبۃ فانہا
 وان لم تکن فی زمن خیر القرون لکنہ
 امر مستحسن معمول کا فہم المسلمین
 و طلبہ الا ان الفریقۃ الحدیث الغیر المقلدین
 و حارہ المسلمون فہو عند اللہ حسن
 ولیس فی قراءۃ الموالید الامحاج الہدی
 صلی اللہ علیہ وسلم و انشاء الشعر فہو
 صلی اللہ علیہ وسلم و قرآنہ قراءۃ مدح
 سندۃ الامم اب بل متنبذ الی علی اللہ علیہ
 و سلم لما ساری ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم
 کان یسمع الاشعار المدحیۃ من حسان
 بن ثابت و کعب بن زہیر و سواہن قارب
 و غیرہم فہو مقبول ان قراءۃ المولود
 صنوع و مذہم و فعل یشبہ الہندو فہو
 بنفسہ مذہم و صطرد و ما ذکرہ لای
 سبب یمنعون قراءۃ المولود ما یمنعون
 الامور المستحقة تغیر المولود کما انہ بالاحاطہ
 توہین المساجد للفقہین کما بنا لہما المذہب
 حجت خفیۃ

اس مقصد (ایصالِ ثواب) کیلئے ہم سنیہ کے کلموں کی
 حدیث کافی ہے کیونکہ غیر کے عمل کا ثواب پہنچانا اہل
 بیات و موت دونوں صورتوں میں جائز ہو سکتا ہے بلکہ اسکا
 حکم ہو چکا ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ حدیث نہ ہو تو غیر
 حج کرانے میں شرعی حکم و رواج ہے چنانچہ حضور علیہ السلام
 مجتہد اور اس میں مقامِ فروغ ہے اہل تشیع کے پاس
 تو ایک حریت سے یہی سوال کیا تھا اور جو کس میں ملا
 موجود شکل میں غیر القرون کے وقت موجود نہیں ہوگا
 میں شک نہیں کہ فعل مستحسن ہے اور تمام اہل اسلام شرق
 و مغرب میں معمول ہے سوائے فرقہ فہم غیر مقلدین کے
 اور یہ ہول ہے کہ جس امر میں کو مسلمان مستحسن سمجھیں وہ
 خدا کے نزدیک بھی مستحسن قرار پاتا ہے و مجلس میلاد میں یہی
 ہوتا ہے کہ بنی کر صلی اللہ علیہ وسلم مدح ذکر کیا جاتی ہے
 یا آپ کی مدح میں شعر پڑھے جاتے ہیں اور یہی اشارہ کا
 پڑھنا سنت صحابہ ہے کہ سنت نبویہ ہے کیونکہ روایات
 سے ثابت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت
 بن ثابت سے اپنے اشعار مدحیہ سنا کرتے تھے اور کعبہ
 بن زہیر و سواہن قارب وغیرہ سے بھی اپنے اشعار سننے
 اس لئے جو شخص یہ کہتا ہے کہ ذکر میلاد مذہب شکار
 مذہب یا مذہب اور فعل یہود ہے وہ شخص خود مذہب
 دانہ و مجاہد نبوی ہے اب مجھے معلوم نہیں کہ کون
 سے ذکر میلاد کو مستحکم کرتے ہیں اور مجھ اس لئے کہ
 تو پیدا ہو کر کیوں نہ نہیں کہ شاعرانہ خیالات
 و مساجد کے جہاں مل گئے تھے اور ان کے

بالحق تعالیم العلوم العقلیة والعلمیة
 العرفیة والفن والحدیث والحدیثیة
 ولبس ثیاب مرد وجر لاوقت واکمال الطهارة
 المتأخرة فكل ذلك جهاج لاخره من علیه
 لکن قرأة الولد الذی فیہ ذکر ولادة البنی
 علیه الله علیه صلواته و ذکره من انوار خیر
 عباد الله عند مولده حرام و بدعة ولا یظهر
 لمختص سبب الاجتهاد لعلی الله علیه وسلم
 ومن تلك المسائل مسئلة تصوم من علی
 الله علیه وسلم فی الصلوة قال امامهم
 تصوم من علیه الصلوة والسلام فی الصلوة
 اسو من قصور من یأثم الصلوة و یتموا
 احسن انواع البر ما تم وانا لا اقدر ذکر
 ما سمع من البر ما تم فی مقابلة اسمه
 الشریف تا دیا و هذه العقیدة من تشیع
 عقائد هم اعادنا الله تعالیٰ فیها و معذرة
 یسمونه بغير العار فاذا کان هذا حال
 غیر العالم فماذا یكون حال من یحان دونه
 فی القرب من الانبیاء و المصلحین و کیف
 یصومون متینا الملیل علیه السلام
 حین یقرؤن قوله تعالیٰ فی الصلوة و یحذرون
 الله ابراهیم خلیل و کیف یتصومون
 سیدنا موسیٰ علیه السلام حین یقرؤن و یحذرون
 الله و یحذرون کیف یتصومون سیدنا عیسیٰ

علیه السلام حین یقرؤن فی الصلوة و
 یحذرون و یحذرون فی الدنيا و الآخرة و من
 المقرین و جمیع المقرین مطهرین
 علیه الله علیه وسلم و قرین و محبته قال
 الله تعالیٰ الطیبون الله و الطیبون الله و
 و من یطع الرسول فقد اطاع الله و
 خوله تعالیٰ قل انکم تم تجتوبون الله
 فاتبعونی و قال تعالیٰ یا ایها الذین
 امنوا اسئلكم بشاهد او بشار او
 نذیر او داعیا الی الله باذن و معرجا
 منی و قال تعالیٰ لا تجعلوا دعام
 الرسول سیکم کن ماء یعضکون بعضا و قال
 تعالیٰ و تعز من و توقروه و هذا
 توقیره علیه السلام عند القوم حتی
 جعلوا تصوم من اسو و من تصور البر ما تم
 و معتدک سموا الفسهم اهل الحدیث
 فان الله و انما الیه مراجعون
 و کما صاحت و لدی علیه الله
 علیه و مسلم قال المشرکون
 صامس آبتر فاجاب الله سبحانه
 عن حبیبه ان شاکلک هو
 الا باقر کما قال ابو الیاس
 للشیخ علیه الله علیه وسلم
 انما لک الهذا دعوتنا

کے متعلق یہ آیت پڑھتے ہیں کہ ان و جنہما فی الدنیا و
 الآخرة و من المقرین تو آپ کے تصوم کو کس قدر قیمت
 میں جانتے ہیں۔ انہی کی حدیث یہ بھی ہے کہ سادقین
 حضور علیہ السلام کی تعریف سے بڑھ کر اور آپ کی تعریف بیان
 ہے یا آپ کی قربانی اور محبت الی شامہ کہ اسے چاہیے
 ہے کہ تم ان کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی اطاعت کرو
 جو رسول کی اطاعت کرتا ہے وہی خدا کی اطاعت کرتا ہے
 آپ کہیں کہ اگر تم خدا سے محبت کرنا چاہتے ہو تو میری اطاعت
 کرو اور یہ بھی فرمایا کہ میری اطاعت کرو اگر تم میری اطاعت
 کرنا چاہتے ہو اور خدا کی اطاعت کرو اور میری اطاعت کرو
 یہ بھی فرمایا کہ اگر تم میری اطاعت کرو گے تو میں تم کو
 کیا کرے اور کہے کہ تم کو کدک کہتا ہے سخت فوسق
 کہ خدا تو تعریف کرے اور تم آپ کی عزت کرتے ہو کہ خدا
 آپ کے تصوم کو بھی منوع قرار دیتی ہے اور جانوں کے
 تصور سے بھی بدتر جانتی ہے۔ پھر اس قوم نے اپنا نام
 کیا رکھا ہے؟ اہل حدیث! ان الله و انما الیہ مرجعون
 جب حضور علیہ السلام کے خلف الرشید حضرت امیر المومنین
 کا وصال ہوا تو مشرک کہتے تھے کہ آپ اب رہ گئے ہیں
 تو خدا تعالیٰ نے جواب دیا کہ آپ ابتر نہیں بلکہ آپ
 دشمن ابتر ہیں ایک دفعہ آپ نے کہہ دیا کہ میں
 اسلام کرنے کو پیش کر دیا تھا تو لوگوں نے کہا
 یہ کہا تھا کہ کیا اسی کام کے لئے آپ نے اس دعوت

فغضب الله عليه و اجاب عن جميعه
بقوله تيت يد ابي لهب و تيت
و المرحوم المتصفين و انزل قول
الربا بية ان تصوم على الله عليه
و سلم في الصلوة اسو من تصوم
البرية الغلاة بية بقول ابي لهب
تبأ لك و يرجع اشعر و افصح جعل
ابو لهب جعما بقوله تبأ لك
فكيف يكون حال من تقوى بمثل
ما قالوا لكن الوحي قد انقطع فمن
الذي يرد عليه قوله و قالوا لا يجوز
المصلي ان يقول في تشهد السلام
عليك ايها النبي و مرحمة الله و بركانه
بل يقول السلام على النبي و تحاميا
عن لفظ المطالب المشير الى حصول
مرحمة عليه الصلوة والسلام قلنا و
لكن سلم ذلك فكيف تصوم عند
قرأة السلام على النبي و مرحمة الله
و بركانه تصوم بالتحصيل و التوقير
ام بالاهانة و التحقير هيا ذا يا الله
ان تصورناه بالتوقير و بطلت قاعد
المقرر في اول المسئلة و ان
مصورناه بالتحقير عيانا
يا الله هذا بناء الاسلام

اسم شد ونا الى احسن البلياتين . انتهى .
و من تلك المسائل مسئلة لفظ السيد
قبل اسم النبي صلى الله عليه و سلم قالوا
هذا بدعت و ما كان مصطلحا في زمن
خير القرون اقول الاصل انما يتغير
بتغير الزمان و هل كانت لفظه
و شيئا و حصرنا و امثال ذلك مصطلح
في زمن خير القرون و في هذا الزمان
يستعمل كل من اعلم العلمون بحضرة
محمود امده و يحسب حقا لمرحمته قالوا
صلى الله عليه و سلم احق بالمحبة و الاحسان
من سائر الناس اما قال الله تعالى في
حق سيدنا محمد صلى الله عليه و سلم و سيداد
حضور و نبينا من الصالحين و قال
النبي صلى الله عليه و سلم و من اعلم الناس و من
ادم فلفظ السيد مراد في المعنى لفظ
المولى بل المولى اعلى منه لان
يطلق على الله تعالى قال الله تعالى
ذلك بان الله هو المولى الذين آمنوا
و قوله قلنا نعم المولى و نعم
الوصير . و من تلك المسائل مسئلة
اشتراف غيرة الله تعالى مع فعل
كما يقال للمعنى هذا من فضل الله
و فضله الاعطى الله و من سوله

فقیہ الحقیقة والجائز اعی عطائی
 الله حقیقة واعطیتنی ظاهراً
 وکانت الصیابة مرضی الله عنهم
 حین یلقی النبی صلی الله علیه وسلم
 علیهم سوا الا یقولون الله وسرورہ
 اعلم فکا فوا یستکون النبی صلی الله
 علیہ وسلم فی الکلمة مع الله تعالی
 ولا یتکبر علیهم احد وقال الله تعالی
 براءۃ من الله وسر سولہ وقال تعالی
 فاطمہ ورسولہ احق ان یرضیہ من
 یطع الله ورسولہ وقال تعالی وما
 تقوا عنهم الا ان اختلفوا الله ورسولہ
 من فضلہ لئلا یغیر ذلک من الایات
 لکن الا حتراس من احتشال
 هذا انکلمات احسن لعدم
 تمییز العوام بین الحقیقة و
 الجائز ومن قلت المسائل مسئلة
 امکان الکذب علی الله تعالی
 قالوا اختلف الاعداء جاثرومہ
 امکان الکذب قلنا لا یجوز
 نسبة الکذب الی الله
 تعالی وخلف الاعداء مکرة
 ولا یستی کذباً بالان الکذب
 وناہ فی قیحة یستکف منها

تو جواب یہ ہے کہ لیسے مجھ اور میں مجازی طریق استعمال
 ہوتا ہے اور حقیقی میں۔ تو فقرہ مذکور کا یہ معنی ہوتا کہ اگر
 طور پر قولہ لے دیا ہے مگر بقا پر تم نے دیا ہے اور صحیح
 معنی اللہ جس سے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کوئی کلمہ
 یا جیسے تھے اور صحابی جواب دینا گستاخی سمجھتے تھے تو
 یوں کہتے تھے کہ اس کا جواب خدا اور خدا کا رسول بہتر
 ہوتا ہے اور اپنے اس جواب میں رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم کو خدا تعالیٰ کے علم میں شریک کر دیتے تھے اور
 اس جوابی فقرہ کو کسی نے انہیں منایا دیکھتے ارشاد
 ہے کہ ارشاد اللہ کے رسول کی مشیت سے بیزاری ہے
 یہی فرمایا کہ انکو یہ مناسب تھا کہ خدا اور خدا کے رسول کو
 راہی کرتے اور یہ بھی فرمایا کہ جو اللہ اور اللہ کے رسول
 کی اطاعت کرتا ہے۔ وہ نبی کا مینا یا پیغمبر صلی اللہ
 علیہ وسلم ہے کہ خالین کیا بھی بڑا سنا ہے نبی کا اللہ لے دے اللہ
 رسول نے اپنی دنیا اور دینا جبرین کو نبی کر دیا ہے اس کے
 آیات اور بھی بہت ہیں مگر فلا مد جواب یہ ہے کہ
 ایسے بشر کی بغفلت سے عوام کو بچنا چاہیے کہ یہ
 وہ حقیقت و مجاز میں امتیاز نہیں کرتے تاہم ان
 مسائل میں ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ مراد اللہ کیا خدا
 ہوں سکتا ہے یا نہیں؟ مخالف کہتے ہیں کہ فعلی وہ
 میں جھوٹ بول سکتا ہے اور اس مسئلہ کا نام بھٹو ہے
 امکان کذب کما ہوا ہے ہم جواب دیتے ہیں کہ ثابت
 خداوندی کی طرف جھوٹ کو منسوب کیا ہی ناممکن ہے
 اور وہ کہ کوئی سزا دینا اسے اور خلاف میں نہیں کہ

العباد فکیف جوب العباد
 و مغفرة المعاصی يوم
 القیمة عفو و مکرة کا
 یستی کذباً قال الله تعالی
 بل کذبوا بما لم یحیطوا
 بعلمہ وقال تعالی ویقولون
 علی الله الکذب وھو
 یعلمون فالخصلۃ السدیۃ
 التي ذکرھا الله تعالی من
 عادات الکفار کیف یجوز
 لسلطان ینسبھا الی الله تعالی
 فالھا کدان او عدا علی الجہنم
 بالحبس والمقتل مثلاً فظفر
 علیہم غم عفی عنهم بشاعة
 احد من خواصہ او بلطف
 منہ واطلقہم ہر حال یستی
 ثالث الحاکم کا ذہاب کلا بل
 عفوہ لھما احسان و مکرة
 فمن سقی فضل الله تعالی
 ورحمتہ علی عبادہ المجہرین
 کذباً بقصد کذب علی
 الله تعالی ومن الظلم
 ممن یصد علی الله او
 کذباً یا نہ لہ لا یعلم الجہنم

بلکہ وہ اصل اختیار کی تبدیلی ہے اور میں اختیار کی
 تبدیلی کو کوئی جھوٹ نہیں کہتا بلکہ جھوٹ ایک صفت ہے
 جس سے انسان بھی نفی کرتے ہیں تو جملہ خدا تعالیٰ کے
 سے نفرت کیوں کر چکے؟ پس قیامت کے دن مذہب
 کی بجائے مغفرت کا استعمال کیا خدا کا رحم اور مہربانی
 ہوگی اسے کذب نہیں کہا جائے گا۔ ارشاد ہے کہ اگر کذب
 قرآن کی تکذیب کرتے ہیں جسے وہ خود پورے طور پر
 نہیں سمجھ سکے پھر ارشاد ہے کہ وہ جلتے ہیں! وہ جان
 بوجھ خدا پر اقرار کرتے ہیں ان آیات میں جھوٹ کی صفت
 کو خدا تعالیٰ نے کفار کے حق میں ذکر فرمایا ہے کہ یہ انکی
 عادت ہے میں مسلمان کیسے گوارا کر سکتا ہے کہ اس صفت
 کو اپنے خدا سے نسبت دے تجویز شادی ہے کہ ہر قسم میں
 گرفتاروں کو حاکم جس ام یا قتل کی سزا دیتے ہیں
 اگر کسی خاص تقریب کی سفارش سے یا اپنی خاص حالت
 سے یا رحم کی درخواست سے انکو عفو بھی دیتے ہیں
 اور یہاں کہتے ہیں تو کیا اس صورت میں ان حکام کو وہ
 خلاف یا جھوٹا کہا جاسکتا ہے؟ ہرگز نہیں بلکہ اس کی
 نام ذاتی اختیار کا استعمال ہے اور احسان اور کمال
 مہربانی ہے پس حال یہ ہے کہ جو شخص اس جہاد و سزا
 خداوندی کو جو وہ اپنے جرم بندگی میں مبتلا ہو گیا
 کذب کا عنوان دیتا ہے۔ وہ خود فضل ہے اور یہ
 ہے ہم خود ہی جانتے ہیں کہ ہر شخص سے ہر حکام کو یہ
 ظالم نہ کہتا ہے جو خدا پر جھوٹ دیتا ہے۔ انکار ان کی
 تکذیب کہتے ہیں تاہم یہ کہ خدا تعالیٰ کے ہر

قالوا اليس الله على كل شيء قدير
قلنا بلى ولكن قلنا الله تعالى لا
تموجد الى المحالات كمشرك الباطن
وغيره من الحالات فكيف المسائل
امثال هذه الكلمات واجبت العباد
ومن تلك المسائل مسألة الاستعداد
من ارجح الصلحاء قالوا لا يجوز
الاستعداد الا من الله تعالى ومن
استعد من غير الله تعالى فقد اشرك
بالله تعالى قلت الكلام في هذه المسألة
من وجهين جازم فصل الاستعداد
عدمه وانفع من الاستعداد عدمه
فمن الاستعداد يقع طلب المعونة
شائع ذائع عند همد من الالهي في
مقادير الدنيوية من تعبد المذنبين
وتبليغ المذاهب واجراء الجمل ثم ان
كان نفس الاستعداد شرعا فقد اشرك
بالله تعالى فلا فرق بين ادائهم
في نفس الاستعداد غير انفسهم
يستعدون من الاشباح الغائبة و
من يستعد من الارواح الطيبة الباطنية
واما المنفع من الاستعداد فبالمزادة
الله تعالى ان اراد نفسا لارواح
ولفسهم لاشباح الغائبة وان لم يرد ما

وما نفعهم وان قالوا نحن نستعد
من ابدان الالهياء وانتم تستعدون
من ارواح الاموات نقول انتم
كذلك تستعدون من الارواح
لان المعطى المانع هو الروح في
جسد كان او حارسا من الجسد
انتم ومن تلك المسائل مسألة
تسميته بعض الناس اولادهم
منسوبين الى الانبياء والصلحاء
فقد علمون بالشرك على من سقى ولدا
بنو جنس او رسول بنسب او غلام
او غلام الصديق واشباه ذلك
قالوا معطى الاولاد هو الله تعالى
لا يجوز لاجل ان يضاف اليه ولد
الى غيره تعالى والغلام بمعنى العبد
وكلمنا عباد الله لا يجوز اضافة العبد
الى غيره تعالى قلنا سلنا المعطى
والمانع هو الله تعالى حقيقة لكن
اضافة العطاء الى غيره تعالى
جاءت بحجج انما قال جبريل عليه السلام
لهم ان العبد لاهب لذي غلاما ذكيا
وما قال لعل الله تعالى لذي غلاما ذكيا
جاء ان جبريل عليه السلام غلاما
لا يجوز ان يضاف الى غيره تعالى

تو نہ ہم کو ان سے نفع ہوتا ہے نہ انکو اب اگر وہ لو
کہیں کہ ہم تو زندوں کے بدن استدا کرتے ہیں اور
مردوں کی روحوں استدا کرتے ہو تو ہم کہتے ہیں کہ
وہ سب تم ہی اروح سے ہی استدا کرتے ہو کیونکہ وہ
حقیقت میں وہ الہیاد وکے والاروح ہی ہے خواہ
وہ ہم سے خارج ہو یا ہمیں داخل ہو۔ انہی ان
مسائل میں یہ مسئلہ بھی ہے کہ کچھ لوگ اپنے بچوں کے
نام انبیاء علیہم السلام یا صلحاء امت کی طرف
منسوب کر دیتے ہیں مگر مخالف ان شخص پر شرک کا
فتوٰہ لگا دیتے ہیں جو اپنے بچوں کا نام نبی بخش
رسول بخش یا غلام محمد یا غلام معتمد یا وحی قسم کا
اور نام رکھے کیونکہ اولاد دینے والا خدا ہی ہے
اور یہ جائز ہو گا کہ اپنے بچے کا نام غیر اللہ کی طرف منسوب
ہو اور غلام عہد کے معنی میں ہے اور ہم سب عباد
اللہ ہیں اور عہدیت کی نسبت غیر اللہ کی طرف جائز
نہیں ہم سمجھتے ہیں کہ مان لیا کہ معطی اور مانع و حقیقت
خدا ہی ہے مگر ہم عطیہ کو غیر اللہ کی طرف منسوب کرنا
جواز طوریہ جائز ہوتا ہے کیونکہ حضرت جبریل علیہ
حضرت مریم علیہا السلام کے پاس آکر یوں کہا تھا
کہ میں تجھ کو پارسا لڑکا بخشے آیا ہوں اور وہی لڑکا
کہا تھا کہ اسلئے آیا ہوں کہ خدا تم کو لڑکا بخشے گا
پارسا ہو گا۔ تو جب جبریل علیہ السلام لڑکا دیکھتے
ہیں تو کیوں حضور علیہ السلام کی طرف منسوب
کرنا جواز طوریہ جائز نہ ہو گا مگر یہ کہ اس میں

مجازاً فان قيل ذلک کان با مرادہ
 تعالیٰ قلنا سلنا اذ کان با مرادہ
 تعالیٰ لکنہ ففتح لنا باب الجواز
 واما الغلام وان کان بمحقق
 العبد فی اصطلاح القرین
 قاضی قباحۃ فی تشبیہ الاولاد
 بعبد الصلحاء عن الانبیاء
 والصحابۃ والصلحاء انما کان
 لہم عبید اما کماوا ینسبون
 عبید ہولاء ففسہم بقولہم
 عبدی وامتی اما قال اللہ تعالیٰ
 من عباد کسروا ما نکون فالعبید
 والناس جمیعاً عباد اللہ حقیقۃ
 والعبید عبید لما لکیہم
 مجازاً کما یتینا کثرۃ استعمال
 المجاز فی القرآن فی اول القاب
 کذلک الاولاد الناس عبید اللہ
 حقیقۃ وعبید للصلحاء مجازاً
 النقی۔ ولیکن ہذا اخر ما
 امر دنا شخصیرہ فی ہذا المقام
 اللہ وانک تعلم انی ما
 امرت بهذا الا تحریراً لا صیانتہ
 عقائد المسلمین عن التبریع والاضلال
 فان کان صواباً فذلک ولک المقتد
 ۱۴ صرم الجراحہ ۱۳۴۶

کہ قبل خبر میں تو امر الہی تھا اور کس نے حکم دیا
 ہے تو جاب میں ہم کہتے ہیں کہ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ جب تک
 قبل خبر میں امر الہی تھا۔ مگر اس نے جواز دیا ہے
 کا دروازہ کھول دیا ہے۔ اب رہا غلام کا کہہ
 وہ فاضل محاورہ میں عبد کے معنی میں ہے۔ تاہم اپنے
 بچل کو صلحاء کے غلاموں کے ساتھ تشبیہ میں
 کیا قباحۃ ہوگی اور صلحاء سے مراد وہی ہیں اور مجاز
 اور متبرع کے نیک بندے۔ کیا انکے پاس خود
 اپنے غلام نہ ہوتے تھے یا انکو اپنی ذات سے سبوت
 کرتے تھے ۹ اور ان نہ کہتے تھے کہ یہ میرے بندے
 اور اے میری لادھی کیا خدا نے انکو اپنی صوب
 نہیں کیا کہ تم اپنے بندوں اور اپنی بندوں کے کلام
 کراہ کر وہ میں حقیقت میں تمام غلام اور تمام آزادوں
 خدا کے بندے ہیں اور غلام اپنے آقاؤں کے مجازاً
 طور پر بندے ہیں چنانچہ ہم نے اس کتاب کے آغاز میں
 قرآن مجید میں کثرت کیساتھ حقیقت دیکھا وکاشا
 اگر کرا یا ہوا ہے علیاً فی القیاس کو تو کون سمجھتے
 حقیقت میں اللہ کے بندے ہیں اور صلحاء امت
 کے مجازی طور پر بندے ہیں۔ ہر حقیر ہمدی تحریر
 کا آخری مقام ہے جس کا ہم نے ارادہ کیا تھا۔ یا اللہ
 جس نے اس تحریر سے اور کوئی ارادہ نہیں کیا تھا
 اس کے کہ مسلمانوں کے عقائد کجروی اور گمراہی سے
 درست ہوں پس اگر یہ تحریر تیری طرف سے ہوئی
 تیرا احسان وفضل ماننا ہوں۔ تو اس سے اپنے

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مسألة :

من کرامفور من فاحیہ نارتہ اِرکات .

ما يقول علماء الشريعة المتينة في أن أحدا من مقلدي الإمام
 الأعظم أبي حنيفة رحمه الله تعالى يعمل بالحديث الصحيح الغير المنسوخ
 ولا المتروك وذلك الحديث معمول لأحد من الأئمة الأربعة
 كحديث التأمين جهرأ ورفع اليدين قبل الركوع وبعد الركوع
 وصلوة الوتر ثلث ركعات بقعدة واحدة وتسليم وأحد فهل يخرج هذا
 العامل من المذهب الحنفي أم يبقى حنفيا ، فإن قاتم يخرج فكيف نقل
 عن الإمام ابن الشحنة في "رد المختار" وهو كتاب له إعتبار عند
 الأحناف .

إذا صح الحديث وكان على خلاف المذهب عمل بالحديث ويكون
 ذلك مذهبه ولا يخرج مقلده عن كونه حنفيا بالعمل به فقد صح عنه
 أنه قال إذا صح الحديث فهو مذهبي وحكى ذلك ابن عبد البر عن
 أبي حنيفة وغيره من الأئمة .

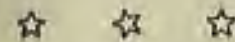
وفي المکتوب السادس عشر من کتاب "مقامات مظهر" و
 السيد مظهر جان جانان الحنفی ان عمل بالحديث الثالث لم يخرج من

مذهب الإمام "إذا صح الحديث فهو مذهبي" نص في هذا الباب وإن لم يعمل بالحديث الثابت بعد عثوره عليه خالف قول الإمام "أتركوا قولي بخبر الرسول ﷺ".

وفي نفس المكتوب "من يدعي إن العمل بالحديث يخرج من مذهب الإمام فليقدم برهانا إن كان في وسعه ، وقال الشاه ولي الله المحدث الدهلوي الحنفي في كتاب "عقد الجعيد" لأسباب مخالفته حديث النبي ﷺ الانفاق حنفي أو حنفي جلي .

فما جواب هذه الأقوال هؤلاء الكبار وإن قلتم إنه لا يخرج من مذهب الإمام فالنشيع والظعن عليه اعتداء أم لا ؟ بينوا توجروا .

الاستفتى : كاك محمد عمر ، ١٣ رجب ١٣١٣ هـ . (١)



(١) الشيخ احمد رضا خان رحمه الله : الفضل الموهبي . طبع مركزى مجلس رضا لاهور وقد عرب هذه الرسالة أخونا الفاضل الأستاذ افتخار احمد قادري ، الأستاذ في الأدب العربي بالجامعة الأشرفية بمبار كפור أعظم كره ، يو - في الهند ، ونشكر الأستاذ على خدمته السنية وبارك الله فيها ونفعه بها في الدارين ، ونقلنا هذه السطور من ترجمته الشريفة . مصنف :

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الجواب

الحمد لله الذي أنزل الفرقان فيه تبيان لكل شئ تمحيضا للطيب من الخبيث وأمر نبيه أن يبينه للناس بما أراه الله فقرن القرآن ببيان الحديث والصلاة والسلام على من بين القرآن وأقام المظان وأذن للمجتهدين بإعمال الأذهان فاستخرجوا الأحكام بالطلب الحديث فلو لا الأئمة لم يفهم الكتاب ولولا الكتاب لم يعلم الخطاب فيألفها من سلسلة تهدي وتغيث وعلى آله وصحابه ومجتهدى ملته وسائر أمته إلى يوم التورث .

أقول وبالله التوفيق ، وهنا أمران ، الأول صحة الحديث على مصطلح الأثر والثاني صحة الحديث لعمل المجتهد وبينها عموم وخصوص مطلقا بل من وجه وقد يكون الحديث ضعيفا في الاستناد وأئمة الأمة وأمناء الأمة يعملون به نظرا إلى أن لذلك الحديث قرائن بخارجة تعضده أو لأنه يطابق القواعد الشرعية فعملهم هذا يوجب صحة الحديث وتقويته .

فهنا قد تفرعت الصعقة على العمل لا العمل على الصحة وقد قال الإمام الترمذي بعد أن روى الحديث من جمع بين الصلوتين من خبر مذكر فقد آف باها من أبواب الكباثر "

حنس هذا هو أبو علي الرجي وهو حنس بن قيس وهو ضعيف عند أهل الحديث ضعفه أحمد وغيره والعمل على هذا عند أهل العلم . وقد حرر الإمام جلال الدين السيوطي في كتابه " التعقبات على الموضوعات " أشار الإمام الترمذي بذلك إلى أن الحديث اعتضد يقول أهل العلم وقد صرح غير واحد بأن من دليل صحة الحديث قول أهل العلم به وإن لم يكن له إسناده يعتمد على مثله .

وقد نقل الإمام شمس الدين السخاوي في " فتح المغيبيات " عن الشيخ أبي الحسن القطان " هذا القسم لا ينجح به كمال بل يعمل به في فضائل الأعمال ويتوقف عن العمل به في الأحكام إلا إذا كثرت طرقه أو عضده اتصال عمل أو موافقة شامد صحيح أو ظاهر القرآن وقد قال الإمام المحقق على الإطلاق في " فتح القدير " في باب صفة الصلوة ليس معنى الضعيف الباطل في نفس الأمر بل ما لم يثبت بالشروط للمعتبرة عند أهل الحديث مع تجويز كونه صحيحا في نفس الأمر فيجوز أن تقرن قرينة تحقق ذلك وإن الراوي الضعيف أجاد في هذا المقن المعلن فيحكم به .

وربما يكون الحديث صحيحا ولا يعمل به الإمام المجتهد :

١ : إما لأن عنده هذا الحديث غير متواتر يوجب نسخ الكتاب .

٢ : أو حديث الآحاد يوجب الزيادة على الكتاب .

٣ : أو الحديث روى عن الآحاد في موضع تكرر الوقوع وعموم البلوى أو في كثرة المشاهدين وتوفر دواعي الرواية .

٤ : أو يلزم تكرار النسخ في العمل به .

٥ : أو يكون الحديث الصحيح الآخر معا رضاه له ويترجح عليه بوجه من وجوه الترجيح الكثيرة .

٦ : أو ذلك الحديث مؤول أو معقول عن الظاهر لحكم الجمع والتوفيق وتنطبق بين الأدلة .

٧ : أو الحديثان متساويان ولا يمكن الجمع المقبول بينهما ولا يعلم تاريخهما ليقين الناسخ من المنسوخ فبعد أن تساقطت الأدلة المتعارضة وجب الرجوع إلى موافقة الأصل .

٨ : أو مضى عمل العلماء على خلافه .

٩ : أو تعامل الأمة قد سوغ له مخالفة الحديث كمثل حديث المخابرة .

١٠ : أو خالف الراوي الصحابي الحديث المفسر .

١١ : أو انتفت علة الحكم الآن كما في سهم المؤلف قلوبهم .

١٢ : أو كمثل حديث لا تمنعوا إمام الله مساجد الله ، وكان موقو الحكم حال العصر أو عرف البلد فانتفى الآن وانقطع .

١٣ : أو العمل به دأب إلى الضيق الشديد والخرج في الدين كما في حديث الشبهات .

١٤ : أو لفسادنا شيء هذا ألا وإن كما في حديث التفرير لتمام .

١٥: أو مثل حديث ضجعة الفجر وجلسة الاستراحة منشأه أمر معتاد أو موقت أو حاجة خاصة لا التشريع الدائم مثل الجهر بأية في الظهر أحيانا أو جهر الفاروق بدعاء القنوت أو مثل الحديث عليك السلام تحية الموتى إنما المقصود به الإخبار لا الحكم الشرعي إلى غير ذلك من الوجوه التي يعرفها النبي ولا يبلغ حقيقة كنهها إلا المجتهد الفقيه فجرد كون الحديث صحيحا على مصطلح الأثر لن يكفي صحة العمل للمجتهد، ولم يظهر مجتهد من السادة الصحابة الكرام إلى الأئمة المجتهدين المتأخرين رضى الله عنهم لم يعمل بعض الأحاديث الصحيحة مؤولا أو مرجوحا أو متروك العمل بوجه ما .

لم يعمل أمير المؤمنين عمر الفاروق الأعظم بحديث عمار رضي الله عنه في التيمم لمحبب وقال لا تق الله يا عمار كما في صحيح مسلم وكذلك لم يعمل بحديث فاطمة بنت قيس في عدم النفقة والسكنى للميتونة وقال لا تترك كتاب ربنا ولا سنة نبينا بقول امرأة لاندري حفظت أم نسيت رواه مسلم أيضا .

كذلك لم يعمل عبد الله بن مسعود رضي الله عنه بحديث التيمم السالف ذكره وقال أبو موسى الأشعري رضي الله عنه أو لم تر عمر لم يقنع بقول عمار كما في الصحيحين وكذلك لم تعمل أم المؤمنين عائشة الصديقة رضي الله عنها بحديث فاطمة المذكور وقالت ما لفاطمة لا تتق الله رواه البخاري .

وكذلك لم يعمل عبد الله بن عباس رضى الله عنهما بحديث أبي هريرة رضي الله عنه "الوضوء ثمانست النار" وقال التوضأ من الدهن

التوضأ من الخميم رواه الترمذي .

وكذلك لم يعمل الأمير معاوية رضي الله عنه بحديث عبد الله بن عباس رضى الله عنهما أنه رضي الله عنه لم يستلم هذين الركبتين وقال ليس شيء من البيت مهجورا كما في البخاري من رواية الحموي والمستمل .

وكذلك لم يعمل الجاهل من الأئمة الصحابة والتابعين من بعدهم بحديث الوضوء من لحوم الإبل وهو صحيح معروف من حديث البراء وجابر بن سمرة وغيرهما رضى الله عنهم .

وكان إمام دار الهجرة عالم المدينة سيدنا مالك بن أنس رضي الله عنه يقول "العمل أثبت من الأحاديث" وقال أتباعه "إنه لضعيف أن يقال في مثل ذلك حدثني فلان عن فلان" .

وكانت طائفة من الأئمة التابعين إذا بلغهم الأحاديث من غيرهم على خلافهم قالوا ما تجهل هذا ولكن مضي العمل على غيره .

ويقول للإمام محمد بن أبي بكر بن جرير أخوه مرارا ما إذا ما حكمت بحديث كذا فيقول "لم أجد الناس عليه" . وكان أئمة الأئمة البخاري ومسلم إمامي الحديثين عبد الرحمن بن مهدي يقول "السنة المتقدمة من سنة أهل المدينة خير من الحديث" . قال عنه الأئمة الخمسة الإمام أبو عبد الله محمد بن الحاج العبدري رضي الله عنه في "متخلطه" في فصل في النعوت الخدثة وفي فصل في الصلاة "لست في المسجد ما ورد من أن النبي صلى الله عليه وسلم صلى على

على سهيل بن هبضاء في المسجد فلم يصحبه العمل والعمل عند مالك أقوى إلخ .

ونذير حسين الدهلوي نفسه يكتب في كتابه " معيار الحق " أن ترك بعض الأئمة بعض الأحاديث فرع بحثهم لأنهم لم يعتبروا تلك الأحاديث أحاديث يعمل بها بدعوى النسخ أو بدعوى الضعف وأمثال ذلك .

فقد كشفت إضافة " أمثال ذلك " عن أن الأئمة أحيانا لا يعتبرون بعض الأحاديث أحاديث يعمل بها بغير دعوى النسخ والضعف ولا شك أن الأمر كذلك ، وفي نفس الكتاب جمل المؤلف الحديث الجليل لصحيح البخاري " حتى ساوى الظل التلول " متروك العمل تقليدا محضاً لبعض الشافعية المقلدين بحيلة التأويلات الباردة الكاسدة الساقطة الفاسدة وقال معتدراً من الإنم إن هذه التأويلات الحققة إقترفتها جماعين الأدلة .

وسوى ذلك قد جعل كثيراً من الأحاديث الصحاح وأهيات مردودة بالدعوى الباطلة الداهية الزائلة بلاخوف ولاخطر تصوريا للذهب وقد ذكرت تفصيل ذلك في رسالتي " حاجز البحرين الوافي عن جمع الصلاطين " وهذه الرسالة في مسئلة واحدة فقط وهناك قد أصبحت زلات نذير حسين الدهلوي التي تتعلق بها ومكثدا لعل في سائر المسائل .

وبالجملة لا ينكر عاقل موافقا كان أو مخالفا أن مجرد صحة الأثر لا يستلزم صحة العمل بل يستحيل استلزامها والا يلزم القول بالمتنافيين حين صحة المتعارضين وذلك بحال عقلا فلا جرم أن يكون المراد بصحة الحديث في الأقوال المذكورة بالسؤال وأمثال ذلك صحة العمل وبالنظر هو الخبر الواجب العمل عند المجتهد .

ومن أجل اليديهيات أنه إن عثر المجتهد على حديث ولم يعمل به لأجل التأويل أو الوجود الأخرى فذلك الحديث لا يكون مذهبا له والا تعود نفس الاستحالة العقلية من أنه قد قال بضده تصرحا .

فقد ظهر ظهور أمينا أن الادعاء بتلقى حديث على خلاف مذهب الإمام يزعم أن مذهب الإمام مطابق له لأجل أقوال الإمام المذكورة ينحصر في أمرين :

الأول : أن يكون من المعام والمحقق أن هذا الحديث لم يكن بلغ الإمام والا فالذهب بحال العثور مخالف لا موافق له ولذلك صرح العلامة الزرقاني في شرح الموطأ الشريف قد علم أن كون الحديث مذهبا محله إذا علم أنه لم يطلع عليه إما إذا احتمل إطلاعه عليه وأنه محله على محمل فلا يكون مذهبه .

الثاني : أن يكون لهذا القائل إحاطة تامة باحكام الرجال والنسب وطرق الاحتجاج ووجوه الاستنباط وما يتعلق بها من أصول للذهب وهنا تتركبه أربع مراحل شديدة الصعوبة كل منها أصعب من الأخرى .

المرحلة الأولى : نقد الرجال بحيث أن يكون القائل عائداً على مراتبهم من الثقة والصدق والحفظ والضبط وأقوال الأئمة فيهم ووجوه الطعن ومراتب التوثيق ومواضع تقديم الجرح والتعديل وجوامع الطعن ومناشئ التوثيق ومواضع التحامل والتساهل والتحقق ويكون متمكناً من استخراج مرتبة اتقان الراوى بنقد الروايات وضبط المخالفات والاهام والخطيئات ويكون حاذقاً في اسميهم والقابهم وكنائهم وأنسابهم والوجوه المختلفة لتعبير الرواة لاسماً أصحاب التدليس وتعيين المبهات والمتفرق والمختلف والمؤلف ويكون مطلعاً على ما يدهم ووفياتهم وبلادهم ورحلاتهم ولقاءاتهم واداباتهم وتلامذتهم وطرق التحصيل ووجوه الأداء والتدليس والتسوية والتعير والاختلاط والآخذين من قبل والآخذين من بعد والسامعين في الحالين وغيرها من الأمور الضرورية كلها تكون منكشفة له فيمد ذلك كله يمكنه أن يقول في سند الحديث فقط إنه صحيح أو حسن أو صالح أو ساقط أو باطل أو مضلل أو مقطوع أو مرسل أو متصل .

المرحلة الثانية :

أن يعين النظر الثام في الصحاح والسنن والمسانيد والجوامع والمعاجم والأجزاء وغيرها من كتب الأحاديث وطرقها المختلفة والفاظها المتنوعة إلى أن يعثر على نواتر الحديث أو شهرته أو فرديته النسبية أو الغرابة المطلقة أو الشذوذ أو التكرار والاختلاف الرفع والوقف والقطع والوصل والمزيد في متصل الإنسانية واضطرابات السند والمتن وما إلى ذلك وأن يحصل له أيضاً رفع الابهام ودفع الالهام وإيضاح

اللفظ وإظهار المشكل وإبانة الجمل وتعيين المحصل بحسب مقتضى الحاجة وإحاطة الألفاظ .

ولذلك كان الإمام أبو حاتم الرازي يقول لا تعمل على حرق حديث حتى تكتبه ستين وجهاً ، وبعد ذلك إنما يمكنك أن تعلم أن الحديث شاذ أو منكسر أو معروف أو مرفوع أو موثق أو مشهور .

المرحلة الثالثة :

ثم ينظر في العلل الخفية والغوامض الدقيقة وهذا لم يقدّر على أحد منذ قرون ، فإن وجد الحديث منزهاً من العلل كلها بعد الاستعانة بوجوه الاعلال فلإنما يحكم بصحة الحديث بمعنى مصطلح الأصول أن يمر بهذه المراحل الثلاثة وحفاظ الحديث كلهم والنقاء لا يبعد وغير الواصلين إلى ذروة الاجتهاد الشاغرة لا يبلغون إلا إلى حد من المرحلة والذين يدعون الاجتهاد وكفاءة الأئمة الاجداد وهم يقاسونهم الجواب هذه المراحل اصحاب الصحاح أو مصنفى احكام الرجال كالمصنفين جامداً يوقعون ولا يستحيون بل هذا التقليد شرك جلي على من اتبعه في أى آية أو حديث قيل إن البخارى والترمذى بل الإمام أحمد والبيهقى ما يصححونه أو ما يخرجونه من حديث يكون صحيحاً أو لا نعم جاء أن الذهبي والمستقلاني بل النسائي وابن عدي والدارقطني بل يحيى بن معين وابن مهدي ما يقولونه فذلك هو الحق المحقق .

ولما لم يتقرر تقليد الاكابر الذين هم ارفع واعلى واعلم
 وأعظم بدرجات من هؤلاء وأمثالهم الذين كان ينبغي لهم أن يقلدوهم
 ويتبعونهم في معرفة الأحكام الإلهية الذين يعترف هؤلاء أيضاً بدرجات
 امامتهم السامية فالتقليد المفضل للرجال (أمثال البخارى والترمذى
 وغيرهما) الذين هم أقل رتبة ومكانة بكثير من هؤلاء الاكابر (أمثال
 الأئمة الأربعة) في أقل من هذا كالجرح والتعديل وغيرهما من الامور
 المذكورة التي فيها اتساع لتقديم الراى لا يجوز قطعاً وإن استدلتهم
 فاستدلوا برأيكم ولا تسموا في هذا فلانا وفلانا فستنجل الحقيقة .

ما ذا اخاضك يا مغرور في الخطر

حتى هلكت فليت النمل لم تخطر

يجب على الإخوان العادلين أن ينظروا إلى صعوبات هذه المراحل
 التي أوخذ فيها المحدث الجليل الشان أبو عبد الله الحاكم بمواخذات
 عظيمة شديدة وعزى مثل الإمام ابن حبان الناقد البصير إلى التساهل
 وأكبر منها الإمام أبو عيسى الترمذى قد تقرر متساهلاً في التصحيح
 والتحسين والجلل الرفيع الإمام مسلم قد اعترف بعبقرية البخارى
 وابن زركة كما أوضحنا في رسالتنا " مدارج طبقات الحديث " .

ثم المراحل الرابعة :

وهى العلوم الفلك الرابع الذى لا يبلغ إليه أحد إلا بعد أن
 يكون نكساً منيرة بنور الاجتهاد ومن ذا الذى يبلغ في المراحل الثلاثة

مبلغ إمام أئمة المحدثين محمد بن اسمعيل البخارى ولكنه حينما دخل في
 موضع الأحكام والنقض والإبرام فاقى بالعجائب من اراد أن يلاحظها
 فليجب عليه النظر في صحيح البخارى وعمدة القارى للعلامة العذرى
 نظرة العدل مثلاً قصة (١) حليب الشاة شهير جداً .

ورواية اشتغال الإمام عيسى بن ابان بالحديث ثم الاخطاء في
 مسألة مرتين وكونه ملازماً لأمدة الإمام الأعظم أبى حنيفة ما شور
 ومعلوم ، لذلك يقول الإمام الأجل سفيان بن عيينة شيخ الإمام
 الشافعى والإمام أحمد وأستاذ الأستاذ للإمام البخارى والإمام مسلم
 ومن الأئمة المحدثين الأجلة ومن الفقهاء المجتهدين ومن تبع التابعين
 " الأحاديث مضلة إلا للفقهاء .

ويقول العلامة ابن الحاج المكى في " المدخل " يريد بالإمام
 سفيان بن عيينة إن خبرهم قد يخل الشئ على ظاهره وله تاويل من
 حديث غيره أو دليل ينحى عليه أو متروك أو يجب تركه غير شئ مما
 لا يقوم به إلا من تبحر وفقه .

ويقول سيدنا ونبينا محمد رسول الله ﷺ " نضر الله عبد الله
 مقالتي وفحفظها وعلمها وأدائها فرب حامل فقه غير فقيه ورب حامل
 فقه إلى من هو أفقه منه " أخرجه الإمام ١- الشافعى ٢- والإمام
 أحمد ٣- والدارى ٤- وأبو داود ٥- والترمذى وصححه ٦- وابن

(١) وهى إذا شرب رضيعه شاة حلب بها لبن
 رضيعين وهذا من العجائب (المعرب) .

ماجة ٧- والضياء في المختارة ٨- والبيهقي في المدخل عن زيد بن ثابت
 ٩- والدارمي عن جبير بن مطعم ونحوه ١٠- أحمد ١١- والترمذي
 ١٢- ابن حبان بسند صحيح عن ابن مسعود ١٣- والدارمي عن أبي الدرداء
 رضي الله عنهم أجمعين ولو كان العلم بالحديث يكفي فهم الحكم فما المراد
 بقول النبي ﷺ المذكور من قبل ؟

يقول الامام ابن حجر المكي الشافعي في كتابه الخيرات الحسان (١)
 إن أحدا سأل امام الحديث سليمان الأعمش التابعي الجليل الشأن من
 الأئمة الاجلة التابعين ومن تلامذة سيدنا أنس رضي الله عنه عن مسائل
 وكان امامنا الاعظم سيدنا أبو حنيفة رضي الله عنه حاضرا في المجلس فوجه
 الإمام الأعمش تلك المسائل إلى امامنا فاجاب الإمام على الفور فقال
 الإمام الأعمش من اين اتيت بهذه الاجوبة فقال من الاحاديث التي
 قد سمعتها منك وروى تلك الاحاديث بالاسناد فقال الأعمش حسبك ما
 حدثك به في مائة يوم تجدني به في ساعة واحدة ما علمت انك تعمل
 بهذه الاحاديث يا معشر الفقهاء أنتم الاطباء ونحن الصيادلة وأنت أيها
 الرجل أخطت بكلا الطرفين والحمد لله رب العلمين ذلك فضل الله
 يؤتيه من يشاء والله ذو الفضل العظيم .

(١) قد نقلت هذا الكتاب التلوي في مناقب أبي حنيفة إلى
 الأردوبه ، وقد طبع مع الأصل في مدينته ببلشك كهن كراتشي -
 شجاعت علي .

بعد ذلك الرابعة المراجعة :

وما أدراك ما المرحلة الرابعة هي اعوص المنازل وأصعب
 المراحل لا يسير إليها إلا أقل القلائل فن يعرف قدرها وأهميتها ،
 بيت :

كغداة خاك نشيبي لو حافظا مخروشا
 كه نظم مملكت خویش محسروا دانند

(تعريب البيت) أنت الصعابك ذوالمترية أيها الحافظ فلا تعمل
 ولا تطمع فإن الملوك هم يعلمون نظم مملكتهم واسرار سلطانهم .
 فالواجب على السائر ان يكون له العثور الثام والنظر العميق
 والذهن المتوقد والبصيرة الناقدة والبصر المتبع والاطلاع العام على
 جميع لغات العرب وفنون الأدب ووجوه الخطاب وطرق التفاهم
 وأنواع النظم واقسام المعاني وإدراك العلل وتنقيح المناط واستخراج
 الجامع ومعرفة المانع وموارد التعدية ومواضع القصر ودلائل حكم
 الآيات والأحاديث واقاويل الصحابة وأئمة الفقه من القدماء والجدد
 ومواقع التعارض واسباب الترجيح ومناهج التوفيق ومدارج الدليل
 ومسالك التخصيص ومناسك التقييد ومشارع القيود وشوارع
 المقصود وغير ذلك .

وقد حرر الإمام شيخ الإسلام زكريا الأنصاري - قدس سره -
 الباري شيئا من اجمال ذلك ، " إياكم أن تبادروا إلى الإسلاك على قول
 مجتهد أو تخطتته إلا بعد احاطتكم بأدلة الشريعة كلها ومنه حكم يصح

لغات العرب التي احتوت عليها الشريعة كلها ومعرفكم بمبادئها وطريقها ثم قال متصلاً " وأنى لكم بذلك " نقله الإمام العارف بالله عبد الوهاب الشعراني في الميزان .

ورد المختار الذي نقل المستفي عبارته في المسألة في نفس ذلك الكتاب قد أوضح معنى العبارة متصلاً بتلك العبارة ولكن المستفي لم ينقله يقول ولا يخفى إن ذلك لمن كان أهلاً للنظر في النصوص ومعرفة محكماتها من منسوخها فإذا نظر أهل المذهب في الدليل وعملوا به صح نسبته إلى المذهب .

وما لا ريب فيه أن الشخص الذي جاب هذه المراحل الأربعة هو مجتهد في المذهب كالإمام أبي يوسف والإمام محمد رضي الله عنهما في المذهب المهذب الحنفى ولا شك أن لا مثال هؤلاء الأئمة مبرر لذلك الحكم ولتلك الدعوى ومع ذلك أنهم لم يخرجوا من تقليد الإمام فانهم خالفوا صورة ولكنهم عملوا معنى بالأذن الكلى للإمام ثم لأنهم وإن يكونوا ما ذؤنين بالعمل لا يمكنهم أن يدعوا بالجزم أن مفاد هذا الحديث على رغم مذهب الإمام غاية الأمر الظن فقط يمكن أنه إن كانت مداركهم قصرت عن مدارك الإمام العالية لو عرضوه على الإمام لعله لم يقبله فالتيقن التام على كون مذهب الإمام ليس هناك أيضاً فاجل الأئمة المجتهدين في المذاهب قاضى الشرق والغرب سيدنا الإمام أبو يوسف رحمه الله تعالى الذي قد اعترف الموافقون والمخالفون بمدارجه الرفيعة في الحديث قال فيه الإمام المزي تلميذ الإمام الشافعى الجليل " هو اتبع القوم للحديث " وقال الإمام أحمد بن حنبل " منصف في

الحديث وقال الإمام يحيى بن معين وهو نقله الشيخ أبو بكر في أصحاب الرأى أكثر حديثاً ولا أثبت من أبي يوسف في الحديث صاحب الحديث وصاحب السنة وحرار ابن عدى في رجاله أكثر أصحاب الرأى أكثر حديثاً منه وقد عدّه الإمام أبو عبد الله في الشافعى من حفاظ الحديث وذكر في كتاب تذكيرة الحفاظ بحديث الإمام العلامة فقيه العراقيين فهذا الإمام أبو يوسف مع ذلك يقول في الإمام سيدنا الإمام الأعظم عليه السلام ما خالفته في شيء قط فتدبرته إلا رأيت مذهبه الذي ذهب إليه أنجى في الآخرة وكنت ربما ملت إلى الحديث فكان هو أبصر بالحديث الصحيح منى وقال أيضاً إذا كان الإمام يحزم بقول كنت أتردد إلى الأئمة الخديثين في الكوفة لكي أرى أن أجد حديثاً أو أثراً في تأييد قوله فكثيراً ما قدمت أمام الإمام بخديتين أو بثلاثة أحاديث فيقول في البعض ليس بصحيح ويقول في البعض ليس بمعروف فقلت وما أدراك هذا وأنها موافقة لقولك فيقول إني عالم يعلم أهل الكوفة ذكر كراهة الإمام ابن حجر في الخيرات الحسان .

ملخص الكلام أن غير البالغين إلى قمة الاجتهاد ليسوا أهلاً لهذا وليسوا مراخين هنا أصلاً فضلاً عن المسددين الناشئين الجهالة من الانماء والوقار الذين لا يتمكنون من فهم كلامنا وكلامكم ويعتقدون اجتهاد أساطين الدين الألهى لو نظر السائل في نفس كتاب رد المحتار أنه صرح في الإمام ابن الشحنة والعلامة محمد بن حمد الهنسى إضافة العلامة نور الدين علي القارى الباقلاني والعلامة عمر بن نجيم المصري مؤلف

النهر القائي والعلامة محمد بن علي الدمشقي الحصكفي مؤلف الدر المختار الكبار أنهم ليسوا بأهل لترجيح بعض روايات المذهب فضلا عن مخالفة المذهب ونقل في كتاب الشهادة بباب القبول عن العلامة السامحاني " ابن الشحنة لم يكن من أهل الاختيار " وفي كتاب الزكوة في باب صدقة الفطر " البهنسي ليس من أصحاب التصحيح " وفي كتاب النكاح بباب الحضانة " صاحب النهر ليس من أصحاب الترجيح " وفي كتاب الرهن عن بحث للعلامة الشارح الحصكفي لاحاجة إلى إثباته بالبحث والقياس الذي لنا اهلا له وأن هؤلاء ليسوا في شيء حتى إن الاكابر وأساطين المذهب الأعظم الجليلين رفيعي الدرجات أمثال الإمام الكبير الحصاف والإمام الأجل أبو جعفر الطحاوي والإمام أبو الحسن الكرخي والإمام شمس الأئمة الحلواني والإمام شمس الأئمة السرخسي والإمام فخر الإسلام على البزدوي والإمام فقيه النفس فخر الدين قاضي خنن والإمام أبو بكر الرازي والإمام أبو الحسن القنوري والإمام برهان الدين الفرغاني مؤلف الهداية وغيرهم من الأعظم الكرام ادخلهم الله تعالى في دار السلام قد نقل التصريح فيهم عن رسالة العلامة ابن كمال باشا رحمه الله تعالى " إنهم لا يقدرُونَ على شيء من المخالفة لا في الأصول ولا في الفروع .

العدل فانكم حاضرون أمام الله وما ثلوث بين يديه فليس من المناسب التلصص والتحمس والالاحاح لدقائق بل لا بد لكل إنسان أن يترك رأسه ويفكر وأن يختبر مؤهلاته تجاه هؤلاء الأئمة العظام فيرى إن السهاس مصابيح السماء وأين الثرى من الثريا إن لم يقص على دينه

وعدل في نفسه لم يجد أهلية التلمذ لادنى تلامذة تلامذتهم ، الله العزيم التي تكون مغلة من وثبة الآساد الضواري يريد الثعالب والسراسب الثمكن منها (إن هذا لشئ عجيب) .

نعم لا نذكر من جهله أهليس المرید مریدا له وعلمه إدهاء " أناخير منه " تجاه جميع الأمة أيها الأخ هل ترغب في التمسك بالسدين أم الإصلاح على القول فليس الاضطراب والسخط والتلصص لدقائق مستنكرا ولكن لاحظوا آثار دعاوى الأهلية من غير المقلدين ورأسهم وزعيمهم وأعلى القمم وأسمى الدرر واكبر الحديث وللتوحدن الإمام المنتخب والمتفرد بجهتده العصر علامة الدهر نذير حسين الدهلوي هداه الله إلى الصراط السوي لاحظوا مؤهلات نفس هذا الأكبر وقد كشفت عن علمه بالحديث لحاجة سؤال السائلين في هذا الشهر الجاري في مسألة واحدة وهي الجمع بين الصلاتين فأخرجت الطوائف التي لم ترها عين الفلك الحرم مع دوراته القديم وعمره الطويل من يريد البسط فليراجع كتابي المذكور " حاجر البحرين " .

أنا أجل علم المجتهد الدهلوي وطرائقه وعجائبه في مسألة واحدة :

١ : هذا المجتهد (نذير حسين الدهلوي) لا يميز الضعيف المضعف من المتروك .

٢ : ولا يفرق بين التشيع والرفض .

٣ : ولا يفصل فلان يغرب وفلان غريب الحديث .

- ٤ : ولا يميز بين القريب والمنكر .
- ٥ : ويجعل كلام " فلان بهم " على الوهمي (أى الذى قيل فيه أنه بهم فهو وهمي عنده) .
- ٦ : وكذا يجعل " له أوهام " على أنه وهمي .
- ٧ : والحديث المرسل مردود بخلاف عنده ومدلس الغنينة جدير بالأخذ والقبول .
- ٨ : يعتبر الوصل المتأخر تعليقا مثلا عند ما يقول المحدث رواه مالك عن نافع عن ابن عمر حدثنا بذلك فلان عن فلان عن مالك يقرره هذا الدملوي معاقا ويهضم قطعة حدثنا بذلك .
- ٩ : ويجعل الأحاديث الصحيحة مردودة منكرا وواهية بسلاطة لسانه فقط .
- ١٠ : والحديث الضعيف السنى صرح الإمام البخارى وغيره بكونه منكرا ومعاو لا يجعله صحيحا ببحوته الباطلة .
- ١١ : ويقتصر الحديث الضعيف على ضعف الرواة ويعتقد العلل القوادح معدومة حين ثقة الرواة .
- ١٢ : وله فى معرفة الرجال شرة التمييز إلى حد أنه لا يميز بين الإمام الأجل سليمان الأعمش العظيم القادر الجليل الفخر التامى الشهير وبين سليمان بن أرقم الضعيف .

- ١٣ : ويعتقد خالد بن الحارث الثقة الثبت خالد بن مخلد القطواني ولا يفرق بينهما .
- ١٤ : ويقرر الوليد بن مسلم الثقة الشهير الوليد بن القاسم .
- ١٥ : ويجعل مسألة تقوى بطرق جهلا مخصصا .
- ١٦ : ويفضل عن الفرق البسيطة بين الراوى الجرح والمرجوح أصلا .
- ١٧ : الإمتياز بين المتابع والمدار صعب عليه ومتابعات الثقات الواضحة بأقرب الوجوه بين عينيه ولكن الحديث يخيف بزعمه لوقوع الضعف فى بعض الطرق .
- ١٨ : وتتوفر الطرق الجليسة الموضحة المعاني فى الكتب المشهورة المتداولة حتى فى الصحيحين والسنن الأربعة والوصول إليها يستحيل عليه فضلا عن قدرة الاعتناء بجميع الطرق من سائر الكتب واحاطة الالفاظ والفرق بين المباني والمعاني من سائر الكتب بالبحث والتحقيق .
- ١٩ : ولا يقبل قول الأئمة فى التصحيح والتضعيف إلا إذا كان ذلك فى القول منقولا ومذكورا فى تصانيفهم ولا نقل الثقات عنهم مردود أو بخلاف .
- ٢٠ : وقد يقدح الرواة الجليلين لبخارى ومسلم بالأخذ وحده ودليل مالم يجعل بعضهم مردودا وحينا وبعضهم مردودا الحديث

كالإمام بشر بن أبي بكر التميمي ومحمد بن فضيل بن غزوان
الكوفي وخالد بن مخلد أبي الهيثم البجلي وهذا تفويحه رجال البخاري
ومسلم الخاصين البعيدين عن الجرح والقدح وأكبر من ذلك أن
علمه بالحديث قد وضع قواعد سبعة في الردوا لإبطال الصحاح
السته فقال إن الراوي الذي قيل فيه "التقريب" صدوق روى
بالتشيع أو صدوق متشيع أو ثقة يغب أو صدوق يخطئ أو
صدوق يهمل أو صدوق له أوهام فهؤلاء كلهم ضعاف ومردودا
والرواية ومتركوا الحديث عند هذا الدهلوي ودهوا سائر
الصحاح وانظروا في الصحيحين تجدوا كثيرا من أمثال هؤلاء
رواة ليس عددهم بواحد أو اثنين أو إلى عشرين فقط بل يبلغ
عددهم إلى مائة أو أكثر ، هذه ست قواعد .

والسابعة السند الذي يقع فيه راو غير منسوب مثلاً حدثنا خالد
عن شعبة عن سليمان ويوجد راو ضعيف آخر باسم ذلك الراوي
فيحمله على الراوي الغير المنسوب بالنظر إلى قرب الطبقة وروايات
الخروج رجها بالغيب وجزما بالريب ويحكم بضعف الحديث وسقوط
الرواية .

معشر المسلمين ! أنظروا إلى القواعد السبعة لهذا المحدث واعرضوا
عليها البخاري ومسلم وما يرد من الأحاديث بهذه المحدثات المخرجة
فاخرجوها إلى مستيقن وجازم بأنه لا يبق أكثر من نصف الكتاتين
أو ثلثها .

لا يسمع الله أن يكون طالب متوسط من مقلدى الأئمة متخطيا
مثل ذلك ، هذه طرائفه في مسألة واحدة فلم إلى أين تبلغ طرائف جميع
كلامه فاعظمة لله هؤلاء القدماء الرموس الذين تعتبرهم الجماعة انوفهم
وتحسبهم مجتهدين عاقلين وموهلاتهم من الله فأين الأمة الجديدة جماعة
الإخوان الصغار منهم لاني العير ولا في النغير العباد بالله من شر
الشرير .

هل كان المرزا والشاه (ولي الله الدهلوي اللذان ذكرهما السائل
في الاستفتاء) غيبين وعديم الشعور حتى يفوضا أزمة أحكام الشريعة
الالهية وفهم أحاديث الرسول صلى الله تعالى عليه وسلم إلى أيدي رجال
لاخطام لهم فرادعما أن من كان أملا له فله إجازة العمل (بالحديث)
بل الواجب لا الاغبياء الغير الموهلين الذين يقرمون الترجمة الأرضوية
للبخاري والترمذي والمشكوة فيحسبون أنهم محدثون أو بعض الناس
يزعمون مذهب الأئمة مخالفا للحديث لكي يحرم الله تعالى تقليد الأئمة
وبفرض الإيمان ببعض الناس في هذا العصر ، أبها الأخ العزيز (عا هذا
أيضاً نقليد محض نعم ليس تقليد أبي حنيفة ومحمد ولكن نقليد بعض
الناس .

وأسفاه ! على أن يفهموا هذا المعنى من كلام المرزا والشاه
ويعتقدوا وهما خارجين عن نطاق العقل وهاذيها العالي مرادهم الساق
مولها ومولى البيعة وإمامها الرباني الشيخ محمد (الاف الثاني) (ع) (ع)
مكتوب ٣١٢ من مکتوباته .

مخدومي ! إن أحاديث الرسول على مصدرها الصلوة والسلام قد جاءت في باب جواز الإشارة بالسبابة كثيراً وجاء بعض الروايات الفقهية الحنفية أيضاً في هذا الباب ولكن غير المذهب الظاهر ، أما قول الإمام محمد الشيباني كان رسول الله ﷺ يشير ونصنع كما يصنع النبي عليه وعلى آله الصلوة والسلام ثم قال هذا قولنا وقول أبي حنيفة رضي الله تعالى عنها فمن روايات النوادر لامن روايات الأصول وإذا وقعت حرمة الإشارة بالروايات المعتبرة وافقوا على كراهة الإشارة لا يجوز للمقادين أمثالنا أن نجري على الإشارة عملاً بمقتضى الأحاديث ولا يخلو من ترك هذا الأمر من الحنفية عن الخليلين إما لا يثبت العلم بالأحاديث المعروفة في جواز الإشارة للعلماء المجتهدين أو يحسبهم أنهم حكموا بالحرمة والكراهة لمقتضى آرائهم بخلاف الأحاديث وكلاهما فاسد ان لا يختارهما الأسفیه أو معاند ولكن نحن الظن بهؤلاء الأكابر ونحسب أنهم لم يحكموا بالحرمة أو الكراهة حتى ظهر لهم الدليل غاية ما في الباب أنه لا علم لنا بذلك الدليل وهذا المعنى لا يستلزم قدح الأكابر وإن قال أحد إنه يعلم الدليل بخلاف ذلك أقول لا يعتبر علم المقلد في إثبات الحللة والحرمة ويعتبر ظن المجتهد في هذا الباب كأن هؤلاء الأكابر يعلمون الأحاديث لأجل القرب وفوق العلم وحصول الورع والتقوى أحسن منا الأبعد ويعرفون الصحة من السقم والنسخ من عدم النسخ أكثر منا ولا ريب أنهم يحملون الوجه الموجه في ترك الدليل بمقتضى الأحاديث على صاحبها الصلوة والسلام وأما ما نقل عن الإمام الأعظم إذا صح الحديث فهو مذهبي فالمراد به الحديث الذي لم يصل إلى الإمام وحكم بخلاف ذلك بناء على عدم العلم بهذا الحديث

وأحاديث الإشارة (في التشهد) ليست من هذا القسم وإن قد رواها علماء الاختلاف افتوا بجواز الإشارة أيضاً فيجوز العمل بها على مقتضى الفتاوى المتعارضة قلت إن وقع التعارض بين الجواز كرجح عدمه الجواز اه ملتقطاً .

ونقل أيضاً عن رسالة المبدع والمعاد للمجدد :-

” كان يتمنى (هذا المجدد) إلى مدة أن يبد ووجه القراءة الثانية خلف الإمام في المذهب الحنفي ولكن اعتناء بالمذهب كان يترك القراءة جبراً وكان يعتد هذا الترك من قبيل الرياضة أخيراً أظهر الله حقيقة المذهب الحنفي في ترك قراءة المأموم ببركة الأهتمام بالمذهب إذا لا انفصال عن المذهب الحاد وجعل القراءة الحكيمة أجمل من القراءة الحقيقية في نظر البصيرة “ .

نعم استعرضوا الآن أخبار أقوال الكبار ثم انظروا هذا كبير الكبراء وعظيم العظماء وإمام الأمة ماذا يقول وكيف ينزل الصواعق على الادعاء الباطل أي العمل بالحديث وكيف يهلك هذه النظرية .

أولاً : اعترف صراحة بأن الإشارة في التشهد وردت في كتب أحاديث النبي صلى الله تعالى عليه وسلم .

ثانياً : تلك الأحاديث معروفة وشهيرة .

ثالثاً : في المذهب الحنفي اختلاف قال الإمام محمد رحمه الله تعالى في روايات النوادر كان النبي ﷺ يشير فتبين شيء أيضاً

رابعاً : وأعرب عن أن هذا قول الإمام الأعظم رضي الله تعالى عنه .

خامساً : ليست الرواية فقط بل ألقى العلماء الأحناف بكليهما مع هذا كونه لأجل أن روايات الإشارة ليست من ظاهر الرواية يقول بكل صراحة لا يجوز لنا المقلدين أن نجترئ على الإشارة نعمل بالحديث هذا القول القاهر للإمام الرباني في حال اللين والسهل فكيف يكون قوله في العمل بالحديث فيما لا تكون الفتوى مختلفة ولا يوجد اختلاف في الرواية أصلاً .

أيها الناس هل في هذا الإمام قال الشاه ولي الله أنه الحق مبين أو ملأ كافر استمعوا أيها المعترضون وإخشوا عظمة شاه ولي الله لم يكن يمكنه أن يظن في فخامة المجدد هذا الظن المرذود والمذموم فإنه يعتقد قطب الأرشاد ونهادي والمرشد ودافع البدعات ويعتبر تعظيمه معظم الله وشكره شكر الله كما يكتب في مكتوبه السابع :

“ الشيخ (محمد الألف الثاني) قطب الأرشاد لهذا الدور وقد نجى كثير من الضالين بادية الطباع والبدعات على يده وتعظيم الشيخ معظم للدور الأدوار ومكون الأكوان وشكر النعمة الشيخ شكر لمفيض النعمة أعظم الله تعالى له الأجور ” .

لعمري لمن طعن فدير حسين الدهلوي ليس الأعلى حضرة المجدد كما يكتب في “ معيار الحق ” إن بعض الناس في هذه الأيام يصبحون مشركين

بالتزام التقليد المعين فإنهم لا يقبلون الحديث الصحيح وإن عرض ضد رواية الكيداني .

في نفس مسألة الإشارة تعرض رواية الكيداني كما عرض المجدد فتاوى الغرائب وجامع الرموز وخزانة الروايات وغيرها وذلك أصل واحد أي عدم قبول الحديث ضد الرواية الفقهية .

فأنظروا كيف يقدم المجدد الرواية الفقهية ولاجلها يترك العمل بالأحاديث الصحيحة ويعبر فدير الدهلوي عن هذا بالشرك بالخوف ولاخطر حفظنا الله من ضلال هؤلاء يحيى الشرك ونفوض أمر الدهلوي إليه ونقدم فرائد كلام المجدد .

أولاً : هذه هي فائدة عظيمة .

ثانياً : قد صرح حضرة المجدد بأن الأحاديث المعروفة كما وردت في رفع اليدين وقراءة المقتسدى وغيرها فإنها ليست أقل شهرة من أحاديث الإشارة فلا يعرضها ضد أقوال الإمام إلاغبي فيه أو معاند مكابر ملح فإن تلك الأحاديث لم تكن لتخفى على الإمام ومعاذ الله لم يكن الإمام لمخالفة الأحاديث برأيه فلا جرم أنه لم يعمل بها لدليل قوي شرعي .

ثالثاً : قد أعرب عن أن العلم باجوبة الأحاديث ليس بواسطتنا ولا يكفينا العلم بأن عند علمائنا وجهها موجه .

رابعاً : وقد قال أيضاً يكون العمل بمسألة المذهب وإن لم تعلم الدليل على خلاف ذلك صراحة فضلاً على أن لا تعلم الدليل على

مسألة المذهب على كل حال لا يعتبر شيئاً .

خامساً : وقال أيضاً إن علماءنا الأسلاف رضى الله عنهم كما كانوا يحملون على الحديث ويعرفون الصحيح والضعيف والمنسوخ والناسخ لا يساوى بهم من بعدهم فلا علم لهم كعلمهم ولا قرب لهم كقربهم الرسالة إذا يقول المجدد في عصره فالى الآن قد مضى بعده ثلاث مائة عام فاليوم قليلوا المطاعة والقراءة هل يمكنهم أن يعادلوا بالأئمة .

سادساً : قد صرح بشرط أن أقوال الإمام الماثورة بالسؤال الخاص (المذكور في الابتداء) تتفق بالأحاديث التي لم تصل إلى الإمام وصدرت المخالفة بناء على عدم العثور لا أنه مرجوح أو مأول أو متروك العمل على أصول المذهب بوجه من الوجوه المذكورة وإلا هكذا كانت المخالفة بحال العثور أيضاً كما لا يخفى .

سابعاً : لعل مكانة علم المجدد لا ينكرها هؤلاء أيضاً إن هذا المرزا جان جانان الذي استدل بكلامه (في هذا الاستفتاء) اعترف بكبره يعتقد حضرة المجدد أهلاً للاجتهد ويكتب في ملفوظاته " التمسست من رسول الله ﷺ ماذا تقول في مجدد الألف الثاني ؟ قال من مثله في أمي ؟ إذا يقول هذا كبير الكبار " إنه لا يجوز لنا المقلدين العمل بالأحاديث على خلاف الإمام والذي يخرجه الحق فاقد الشعور وهو باطل وساع للباطل فإين هؤلاء الزاعمون الكاذبون منهم أين الثرى من الثريا .

هذه القوائد السبعة كانت في عبارة المكتوبات .

ثامناً : وإن لم يدرك أحد حقيقة قول الإمام ولكن العمل بذلك واجب إن هذا يحبه الله ويوجب البركات ، أنظروا إن حقرة المذهب الحنفى في مسألة قراءة المقتدى (خلف الإمام) لم تكن ظهرت للمجدد إلى مدة ولم يزل قلب المجدد يميل إلى القراءة ولكن لم يعمل احتفالاً للمذهب ولم يزل يتردد بين بحث عن مبرر في نفس المذهب الحنفى .

ثامناً : قد أجاب عن سوال بصراحة أنه إن خالف الإمام في مسألة واحدة ولو بسبب أنه لم تظهر حقيقة المذهب فيها خرج عن المذهب لأن هذا يعتبره الإمام الرباني إتهاماً عن المذهب .

عاشراً : أنظروا في هذا الحكم القاهر الأشد أن من يفعل ذلك فهو ملحد .

فالآن على نذير الدهلوى أن يبتنى بفتوى إمامه ما ينبغي له إن شاء يقرر الشاه والمرزا سفيهي ومعالدين وملحدين عند المجدد وإن شاء يعمل حضرة المجدد مدعى الباطل ويخالف الإمام والأحق المبين أو الناس الكامن على قولها ولا حول ولا قوة إلا بالله العلى العظيم لأجرم أنها بحادثان على نفس صحة العمل التي لا يعثر عليها إلا الفقهاء أهل العلم والاجتهاد في المذهب فالكلامان ليسا متخالفين ولا حرف فيها فاعلم لنا هكذا ينبغي التحقيق والله ولي التوفيق : كان هذا المست علم ال الأذيان المفتضى بسط الكلام ولكن ما قل وكفى خير مما كثر وأغنى

أيها القارءون الكرام أنظروا في المبحث المشوّل عنه واجتنبوا
الخروج عن المبحث فإنّ الصنيع الشنيع للجهلة والعاجزين ربنا لا تقب
بيننا وبين قومنا بالحق وأنت خير الفاتحين وصلى الله تعالى على سيد
المرسلين محمد وآله وصحبه أجمعين .

وكان ينبغي لنا أن نسمي هذا المختصر بمقتضى المادة :

« الفضل العوحي في معنى إداصح الحديث فهو مذهبي »

ونلقبه باللبّ التاريخي :

« أعر النكات بجواب سوال أركات »

ربنا تقبل منا أنك أنت السميع العليم ، آمين . والله سبحانه
وتعالى أعلم وعلمه جلّ مجده أتم وأحكم .

كتبه : عبده المذنب أحمد رضا البريلوي

عفى عنه بمحمد المصطفى النبي الأمي

صلى الله تعالى عليه وآله وسلم .



بدأت حركة الخلافة بعد الحرب العالمي الأولى (زهاء ١٩١٩ م)
في جميع شبه القارة الهندية ، وأساس هذه الحركة كان الظلم والاستبداد
على الأتراك المسلمين من المسيحيين ، وهذا ما ملأ صدور المسلمين
بالأحقاد ضد الإنجليز في شبه القاره ، وكان في الهند مع سائر الناس
فريقان كبيران ، حكما على الهند أيا ما غير يسيرة ، هما المسلمون
والهندوس ، وكان كل منهما يود سيطرته على الهند ، ولا رأى رئيس
الهندوس غاندي نفرة للمسلمين ضد الإنجليز ، لاغتم هذه الفرصة
وأعلن « بحركة ترك الموالات » ليأخذ القوة من المسلمين ضد
الإنجليز ، وذلك في سنة ١٩٢٠ م وبمعيته أراد بعض القواد من المسلمين
ما أراد غاندي ، وكان من نتيجته مقارنة « حركة الخلافة » (التي
كانت حركة المسلمين) مع « حركة ترك الموالات » ونشأت من هذا كله
مشكلة شرعية ، وهي أن المسلمين وإن قاطعوا الإنجليز ولكنهم
والو الهندوس ، هل قيدوا أنفسهم مع الهندوس في سلسلة اللواحاة
والوادة ، وأول من جهر بتحريم هذه الصورة هو شيخنا أحمد رضا
لأنه خالف « حركة ترك الموالات » بشكلها الخاصة ، والذين كانوا
في طليعة هذه الحركة إتهموه بمودة الإنجليز والحال إنه أكبر أعداء
الإنجليز في الواقع كما ستوضح بعد ، وهذه الحركة كانت بعدها تلك
الحركة التي كانت في عهد الملك « أكبر » (١٩١٤ - ١٩١٨ م)
فقام ضدها الشيخ أحمد سرهندي (متوفى ١٩٣٤ م) الذي ألف

الثاني ، الذي يقول فيه شاعر المشرق علامه اقبال رحمه الله

وه هند میں سرمایہ ملت کا نگہبان

اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار

ولما أنشئت تلك الحركة الأكبرية (توحيد الأديان) بهيئة جديدة قام لتدميرها وتحريضها أحد آخر ، وهو أحمد رضا ، رحمه الله ، فدمرها بفضل الله وكرمه تدميرا

خضوع بعض العلماء للإنجليز وخضوعهم للهندوس :

ومع الأسف لا بد أن أذكر موجزاً الجو الذي عمل فيه الشيخ أحمد رضا خان رحمه الله عمله التجديدي ، وقلت " مع الأسف " لأن هذه التذكيرة تسفر القناع عن بعض وجوه الأعيان ، ومعهذا لا قبل ولا قدرة لنا على تغيير مسجلات التاريخ .

تفرق أتباع الشيخ إمداد الله مهاجر مكي في فرقتين عند الثورة الهندية سنة ١٨٥٧م وهذا الإقتراف وقع في مسئلة نصرة ملك دلهي ، فانخبت فرقة مركزها على كره (مدينة في هند) وأخرى ديوبند (١) أما أصحاب ديوبند فهم ساعدوا في ثورة سنة ١٩٥٧م الإنجليز بل بعضهم قاتلوا مع المسلمين (٢) والشيخ رشيد أحمد جتجوهرى لما

(١) الشيخ حبيب الله السندى - الشاه ولي الله وحركته السياسية

ص - ١١١ .

(٢) تذكيرة الرشيد ، المجلد الأول - ص - ٧٥ .

أخذ في قضية البغي ضد الإنجليز قال واضحاً " إني في الواقع مطمح للحكومة (الإنجليز) لذا لا تصرفني تهمة شيئاً ، ولو قتلت فالحكومة ولية الأمر تفعل ما تشاء (١) .

وقال بعض العلماء إن الهند دار الحرب والمسلمين مستأمنون فيها ، وعلى هذا الأساس لا يجوز لهم الجهاد ، كما قالت الشيعة (٢) وقال بعضهم إن الهند دارالسلام فلا يجوز فيها الجهاد ، وكانت الحال لسيطرة الحكومة الإنجليزية أن أكثر الناس أطاعوها ، كما يقول الفرد لائل " إن الجمعيات الهندية كلها مع اختلافها في بعض الأمور متحدة القلوب في اطاعة تاج بريطانيا طاعة كاملة (٣) .

وبعد الحرب العالمية الأولى بدأت حركة الخلافة وفي تلك الآونة بدأت حركة ترك الموالاتة على إشارة غاندى ، واتحدت هاتان الحركتان لمخالفة الإنجليز مع الموالاتة فيما بينهما ، أى بين المسلمين والهندوس ، ومن هنا نشأ تصور القومية الوطنية ، وقالوا إن المسلمين والهندوس قوم واحد لأنهم يسكنون في وطن واحد ، ومع الأسف قبل هذا

(١) تذكيرة الرشيد المجلد الأول ص - ٨٠ .

(٢) هذا ما قاله ذهابو ذهابو هنتر في كتابه - مسلمو هند

ص - ١٧٤ - ١٨١ .

(٣) سر الفر ذلائل - خروج وسعة للمملكة الهندية - طبع

دار دكن آباد ١٩٣٣م ص ٣٦٩ .

التصور بعض أكابر علماء الهند ، وفي بعضهم يقول علامہ اقبال رحمہ اللہ .

عجم هنوز نداند رموز دین ورنہ
ز دیوبند حسین احمد این چه بو العجبی است
سرود بر سر منبر کسہ ملت از وطن است
چه می خبر ز مقام محمد عربی است
به مصطفی برسان خویش را که دین همه اوست
گر باو نه رسیدی تمام بولبی است (۱)

یعنی ان العجم لم یقفوا علی رموز الدین حتی الآن ، والعجب کل العجب ان حسین احمد الدیوبندی يقول علی المنبر ان القوم یتشکل بالوطن ، ما أجهله عن مکاتبه المصطفی ﷺ ، الدین کله فی حب الرسول ﷺ ومن لم یحبه فهو أبو لب ، أي لایهد للمسلم أن یجعل مرکز المحبة محمداً ﷺ لا الوطن واللغة والنسب والحسب وغيرها ؛ كما یقول العلامة فی شعر آخر .

نہیں وجود حدود و ثغور سے اسکا

محمد عربی سے ہے عالم عربی

وحضر مولینا محمد علی جوہر ومولینا شوکت علی فی خدمۃ الشیخ احمد رضا رحمہ اللہ ودعاه إلى " حركة ترك الموالات " فاجاب

(۱) کلیات اقبال ، طبع دہلی ص - ۳۵۲ .

الشیخ بقوله " مولینا ! فرق عظیم بین سیاستک وسياستی ، اثم حماة اتحاد المسلمين والمثلوس وأنا ضد هذا الاتحاد ، ولما سمعنا هذه الإجابة الواضحة وجدا فی نفسنا شيئاً ، ونطیبا لقلوبهم قال الشیخ ! " مولینا ! إلى لا أنخالف حرية الوطن بل إلى أنخالف اتحاد المسلمين والهندوس " (۱) .
وقد استفتی الشیخ بعض الناس عن ترك الموالات (۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۰م) فأجاب الشیخ جواباً مدللاً بدلائل قاطعة ، وطبع هذا الجواب باسم " المحجة الموثقة فی آية المتحنة " (۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۰م) وأريد أن أذكر فكرة الشیخ فی ضوء هذا الكتاب .

سأله مولوی حاکم علی برہنپور کلیة اسلامیہ لاہور (۱۴ صفر ۱۳۳۹ھ) وخلاصة سؤاله کالاتی :-

" قال مولینا أبو الکلام آزاد فی جلسة الشوری العمومیة لکلیة اسلامیہ فی لاہور (۲۰ اکتوبر ۱۹۲۰م) لا بدلتنا من رد المبالغ الإمدادیة من حکومت بریطانیہ لتحقق ترك الموالاة ، ونفرز الکلیة عن الجامعة ، وكان قول أبي الکلام موجبا لإنارة الغضب فی شرکاء الجلسة ، فسأل مولوی حاکم علی من الشیخ احمد رضا خان عن قول أبي الکلام ، هل یصح قوله أم لا ؟ وما حکم هذه المبالغ ؟ وقوله (۱) پاشا بیگم - الخدمات السیاسة والذنیة للشیخ احمد رضا ،

عرفات لاہور : اپریل ۱۹۷۰م - ص ۶۵ .

وبرہنپور محمد مسعود احمد : فاضل برہنپور اور ترك الموالاة والذکور اشقیافی حسین قریشی . العباء فی السیاسة (ہفتہ الجاریہ)

طبع معارف ہشتاد کرائشی - ص ۳۶۴ .

والمشركين وبين حملها ، يقول ، والإستعانة على أحوال ثلاث .

١- التجاه : أن تلجئ الجماعة القليلة الضعيفة المأجزة إلى الجماعة الكثيرة القوية ، لحل مشاكلها ، وهذا يرادف الاتقياد الكلي بالبدامة فكيف يجوز (١) .

الإعتماد - أن يستعينوا مع أمثالهم في العدد والقوة ، ويوالوهم ، للحصول العزة والغلبة ، وهذا لا يتصور من عاقل أن يستعين بأعدائه (٢) .

الإستخدام - أن يكون الكافر مغلوباً ، لا يقدر على إيصال الضرر ، بل يكون ناصحاً لنا خوفاً وطعناً (٣) .

ثم يقول الشيخ واضحاً :

الموالاة حرام مطلقاً مع كل مشرك ، لو كان ذمياً مطيعاً وخاضعاً للإسلام ، ولو كان ، ابناً ، أباً ، أخاً أو قريباً عزيزاً (٤) .

وكان بعض العلماء حينئذ لا يجوزون المعاملة والموالاة بل يحسنونها مع الكفار ومشركي الهند ، حينئذ يجرمون مجرد المعاملة مع الإنجليز

(١) أوراق گم گشته - ٢٧٩ .

(٢) أيضاً - ٢٨٠ .

(٣) أيضاً ص ٢٨٠ .

(٤) أيضاً ص ٢٣٧ .

حراماً قطعياً ، بل قال مولانا شوكت علي من أرضى الهنود فقد أرضى الله ، معاذ الله قال مولانا ظفر الملك لو لم تحم النبوة لكان مهاتما گاندھی نبياً وقال مولانا عبد الباقى إلى جماعته (غالى) هادى إلى أطيحه في جميع ما يقول ، وحالى الآن مصداق قول الشاعر :

عمرى كسه بآيات وأحاديث گشت
رفعى وثار بت پرستى كردى

يعنى إلى فدبت عمرى الذى قضيت مع القرآن والأحاديث على رجل وثنى ، وقال محمد على جوهر " إلى اعتقد إتباع گاندھی لازماً على بعد إتباع رسول الله ﷺ

ولم يكتف هؤلاء على الأقوال المذكورة بل جأوا بشردها لند (الهندو) على منبر جامع دهل لخطاب ، ووضعوا القرآن الكريم وگیتا (الكتاب المقدس عند الهندوس) في جملة واحدة وأخرجوا جلوسها معاً ، وبعضهم اختاروا شعائر الهندوس .

قضية قربان البقرة :

كما يعلم قراءنا الكرام أن الهنود يعظمون البقرة بل يعبدونها ، ومنذ قديم لا يزال مسلمو الهند في معركة وقتال مع الهنود في قضية قربان البقرة وذبحها ، وعلى هذه القضية تهيج الحروب بينهم من حين إلى حين ، حتى الآن ، وجلال الدين أكبر منع ذبح البقرة في القرن العاشر الهجرى ، وقدر التمزيرات الكبيرة للذين يذبحون البقرة بالعقوبة أمره (١) .

(١) من أراد البسط فليراجع إلى " آئين أكبر " ، الفصل ، ومنتخب التواريخ لعبد القادر البدایونی ، و " منتخب التواريخ " وغيرها من كتب التاريخ .

وجاهد ضد هذا الحكم المحدد للألف الثاني ، وحينما فتح كانكره ،
ذبح الشيخ أحمد المحدد السرهندي البقرة بيده في الحصن بين يدي
جهان كير ، وبهذا أحيى شعار المسلمين .

وبعينه بدأت تلك القضية في عهد الشيخ أحمد رضا خان رحمه الله
وكان من أمرها أن بذلت مدن موهن مالوى قال في جلسة كانفرس
في دلهي (ديسمبر ١٩١٨ م) على المسلمين أن يتركوا ذبح البقرة تطييبا
لقلوب الهنود ويمدوا أيهم يد المواخاة والمودة .

وبعد هذا أعلنت " مسلم ليگ " (في ديسمبر ١٩١٩ م) بمساعي
الدكتور مختار أحمد أنصاري والطبيب أجمل خان أن على المسلمين أن
يحرّموا حواطف الهنود ، ويتركوا قرهان البقرة البتة .

ويخالف هذا القرار الشيخ عبد القادر البدايوني (وهو من نخلص
أحباء الشيخ أحمد رضا خان رحمه الله) وكتب جوابه باسم " الرسالة
المفتوحة على اتحاد المسلمين والهندوس إلى مهاتما گاندي " وقد طبع
هذا الجواب في ديسمبر ١٩٢٥ م من على كره (هند) .

وقدم إلى الشيخ أحمد رضا سؤال متعلق بقرهان البقر في سنة
١٣٠٠ هـ فاجاب الشيخ بجواب مدلل من الدلائل الشرعية وسماه ،
" أنفس الفكر في قرهان البقر " (١) ملخصه قرهان البقر من شعائر
الإسلام قال تعالى ، والبدن جعلناها لكم من شعائر الله ، لا يجوز
للمسلمين أن يشاركوا مع المشركين في منع ذبح البقر .

قطعت إلى حفرة حاتم الزمان الفاضل حسين بن علي بن سعيد اسلافه

الغفير أبي محمد الويلشورغا المنيباري على عنهما الباري

أَمَلْجَاكَ حَلَمِي يَا حُسَيْنَ عَلَيْكَ
أَقَمْتَ مَلُومَ النَّبِيِّ أَعْلَيْتَ مَوْتَهُ
فَكَمُ مِنْ عُلُومٍ قَدْ قُتِلَتْ بِطَاعَتِهَا
فَأَنْقَضَتْ فِيهَا الْمَالُ تَبْرًا وَدِرْهَمًا
وَلَا غَرَوْ فِيهَا حَيْثُ تَجَزَى بِنَيْقَةٍ
رَوَى قَوْلَ مَلِكٍ أَعْلَى خَلْقًا لَمِيقِي
إِنِّيَأُفِي يَتَكُمُ رَسَائِلُ جَمَّةٍ
فِيَا سَيِّحًا هَذَا كِتَابُ هَذَا آيَةٍ
فَلَا تَجْعَلْنَهَا يَا مَلَاذِي لِعَظْمَةٍ أَلْ
عَلَى صُنْعِكُمْ جَارِي أَلَا لَهَ بِجَنَّةٍ تَشْتَعِلُ
وَيَجْمَعُنَا فِيهَا يَا هَلِ الشُّبُورَةُ

Bava Musliar

Mudarris Valavannur

Juma masjid Kerala

KALPAKANCHERI

INDIA

ماہنامہ اسلامی تنظیم الدعوة الاسلامیۃ العالمیۃ فرع آزاد کشمیر (پاکستان)
 اولیٰ از اسلامک مشن آباد ریشہ رانی ۷۵۰۰ سید ذیشان حسین رومیہ آباد کشمیر پاکستان



WORLD ISLAMIC MISSION

1. In International Religious Organisation: Central Office - 1000
Azad Kashmir Branch: Jamia Masjid Madina - Sector C/2 Mirpur A.K. Pathan
Kashmir Branch: Jamia Masjid Madina - Sector C/2 Mirpur A.K. Pathan

الدعوة الإسلامية العالمية تفتتح في عهد الحسين في اذن النبوة الخفاء

عقدت مجلة "بلدتي" في فوران (باكستان) من فرع = الدعوة الإسلامية العالمية " بعد أن نشر ما أي سعد الحري في المجلة " الدعوة " لآلة القبة الخضراء - وكان العلامة محمد بشير رئيساً للمجلة .

اجتمع فيها اعداء الحق من الخوفاة والكثيرين وحضراء كبر من السامعين واطالب
فيها الدعاء مومنين اعمية ابناء القبة الخضراء التي تروى عيون المؤمنين للعالم كله الذين
يروون زيارة القبة الخضراء وسيلة نجاتهم لقول الرسول صلى الله عليه وسلم - من زار
قبري وجبت له شفاعتي - وهذا الراي المذموم ليسعد اكبر الفتن وخدعة عظي
ومكر خفي لأعداء الاسلام - هل يمكن ان يكون هذا الراي التبع لمجتبى الاسلام ؟
من لم يبق له ذلة شعأ برأيه - لا والله بل يمكن ان يكون الاياك الحفية والعوى الصهيونية
تعملت خلف هذا الراي التثبي - لا كذاب ان قل ان اخرج جناس الأصحاب وجنابة
السيد عبدالله الى الرسول عليه السلام ورضوان الله عليهم) سبب لأخبار
الراي وقاله القبة الخضراء - هذه قصة عظيمة الاخيرة فيها الا ان تدفن
بحسب على المملكة السعودية العربية ان تشرح الوجهة التي تلعب وتداس
بها على بوابة بقلوب المسلمين المملوكة بحسب الرسول وحبية قبيته الخضراء لاجله عليه السلام
والله اعلم بحسب العرب للامم الشرين ولهم ان احترامها فكيف يتبع الحق لهم قولها -
الحقيقة العظيمة - تسع ان تدفن عند الحيلة المذمومة في التراب

٦٥ ربيع الآخر ١٣٩٨ هـ
٧٥ ٢٨٨٨

عشاء و فوج = الدعوة الاسماعيلية العاقبة تأليف الكسندر بن محمد

هذه الكتابات (المدارج السنية) و (العقائد الصحيحة) و (الرواية الشجرية) يوضحان أن قراءة الصلوات على رسولنا محمد صلى الله عليه وسلم ثواب عظيم وأن الاستقاط والدور لازم كي يعواش حيات وعلية عبادة نافعة و حقوق لعباد وأن أرواح الأنبياء والشهداء والأولياء مظلومون على أمور الدنيا بعد موتهم وأن الله تعالى يرحم الأحياء بشفاعتهم وكذلك يشرحان كيفية الدعاء وأعمال الخيرات والحسنات للاموات كالأكتافين في اللغة العربية مع اردو وترجمة

المكتبة الحفيفة

These books, *Madârijussaniyya*, *Al-aqid-us-sahiha fi tardid-il-wahhabdiyyat-in-Najdiyya*, inform that it is very thawâb to say the sala-wât for our Prophet, that it is necessary to perform dâwr and isqât for a deceased person so that his sins pertaining to worships and to his rights of creatures will be pardoned, that the souls of martyrs and the *Awliyâ* are aware of the world after their death, that through their intercession *Allahu ta'âlâ* will show mercy to the living, and teaches how to do prayers and pious and charitable deeds for the dead. Both of these books, in Arabic, also contain their Urdu translations.

HAKİKAT KİTÂBEVİ

İş bu (Medaricissaniyye) ve (El-akaid-üs-sa-
hiha fi-terdid-il-vehhâbiyyet-in Necdîyye) ki-
tablarında, Peygamberimize salavat okumanın
çok sevâb olduğu ve vefat eden kimsenin iba-
detlerindeki kusurlarını ve kul hukuklarını afvet-
tirmek için devir ve iskat yapmak lâzım oldu-
ğu ve Peygamberlerle şehîdler ve evliyanın ol-
dükden sonra ruhlarının dünyadan haberdar
olduklarını ve bunların şüphesiyle Allahü teâlâ-
nın dirilişine merhamet edeceği ve ölümler için
nasıl dâa ve hayrât ve hasenât yapılacağı bil-
dirilmektedir. Her ic. kump arapça olup, Ur-
du diline tercümeleri daha vardır. İçinde os-
manlıca yazı hiç yoktur.

HAKİKAT KİTÂBEVİ